سلسلة
احیاء منہج اہل السنة والجماعة
13

دنیا اور آخرت کی حقیقت

کتاب وسنت کی روشنی میں



تالیف: ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

تخریج واضافہ: حافظ حامد محمود الخضری

تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

WWW.IRCPK.COM

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

پہلا حصہ

باب نمبر۱

باب ۲

باب ۳

باب ٤

باب ۵

باب ۱۲

باب ۱۳

باب ۱۴

باب ۱۵

دوسرا حصہ

باب نمبر ۱

باب ۲

باب ۳

باب ٤

باب ٥

باب ٦

باب ۷

باب ۸

باب ۹

باب ۱۰

باب ۱۱

باب ۱۲

☆..........☆..........☆

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَنَحْمَدُهُ ، وَنَسْتَعِينُهُ ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنعوذُباللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه .

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۰۲﴾ (آل عمران : ١٠٢)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝۱﴾ (النساء: ١)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱﴾ (الاحزاب : ٧٠ـ ٧١)

فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰه ، وَأَحْسَنَ الهَدْيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُها ، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَة ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ ، وَكُلَّ ضَلالَةٍ فِى النَّارِ .

یہ کتاب بنام ''دنیا کی حقیقت اور آخرت کے مراحل'' جو چھپ کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچی ہے۔ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز کے مدیر اور ہمارے انتہائی قریبی دوست ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ کی تالیف لطیف ہے۔

اور درحقیقت ''کتاب الزہد'' یعنی دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت سے متعلق ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے عیاں ہے، عقلمند اور سمجھدار وہی شخص ہے جو آخرت کی فکر رکھتا ہو، اس

کے لیے حقیقی کوشش کرے، اور ساتھ ساتھ ایمان کی عظیم دولت سے مالا مال بھی ہو، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۹)

''اور جو آخرت چاہتا ہے، اور اس کے لیے اس جیسی کوشش کرتا ہے، اس حالت میں کہ وہ مؤمن ہوتا ہے، تو ان کی کوششوں کا انہیں پورا بدلہ چکایا جائے گا۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ آخرت کی کامیابی کا پروگرام پیش کر رہی ہے، جو کہ تین عظیم نقطوں پر منحصر ہے، ان میں سے پہلا عظیم نقطہ ارادۂ آخرت ہے، جو کہ جنت کے حصول اور جہنم وقبر کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے سے عبارت ہے، فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ...... ﴾ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے: ''روزِ قیامت لوگوں میں سے سب سے بدترین اور شقی انسان کو لایا جائے گا، اور اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، '' هَلْ ذُقْتَ مِنْ بُؤْسٍ قَطُّ '' کبھی تو نے کوئی مصیبت اور تکلیف بھی دیکھی، تو وہ صاف انکار کر دے گا۔

اور ایسے ہی نعمتوں میں زندگی گزارنے والے کو لایا جائے گا، اور اسے جہنم کا ایک چکر لگوایا جائے گا، اور پھر اس سے پوچھا جائے گا، ''هَلْ ذُقْتَ مِنْ نَعِيْمٍ قَطُّ '' کبھی تو نے دنیا میں کوئی نعمت بھی دیکھی تھی۔ تو باوجود اس کے کہ اس نے دنیا کی زندگی نعمتوں میں گزاری تھی، صاف صاف انکار کر دے گا۔'' [1]

مذکورہ بالا حدیث نبوی سے دنیا کی فانی زندگی اور آخرت کی لازوال زندگی میں واضح فرق معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک دنیاوی زندگی کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی اس کے تمام بندوں کو شامل ہے، چاہے وہ مؤمن ہوں یا کافر، وہ دونوں قسم کے لوگوں کو زندگی کے آخری لمحہ تک روزی پہنچاتا ہے۔ البتہ موت کے بعد دونوں کے احوال مختلف ہو جائیں گے، جس کا مقصد حیات صرف دنیا طلبی ہوگا، اُسے جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا، اور جو

[1] صحیح مسلم، کتاب صفة الجنة ونعیمها.

آخرت کا طلبگار ہوگا اسے جنت میں جگہ ملے گی، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۱۸ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹﴾

(الاسراء: ۱۸-۱۹)

''جو کوئی دنیا چاہتا ہے، تو ہم ان میں سے جس کو جتنا چاہتے ہیں اس دنیا میں سے دے دیتے ہیں، پھر اس کا ٹھکانا جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جس میں وہ ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہوگا۔ اور جو کوئی آخرت چاہتا ہے، اور اسی کے لیے اس جیسی کوششیں کرتا ہے، اس حالت میں کہ وہ مومن ہوتا ہے، تو ان کی کوشش کا انہیں پورا بدلہ چکایا جائے گا۔''

جہنم کا تعارف بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، تبھی تو انسان اس سے بچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جہنم کا تعارف کروانے کے بعد فرمایا کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۴۳ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝۴۴ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۵﴾ (الرحمن: ۴۳-۴۵)

''یہی وہ جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے تھے، وہ اس جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کھاتے رہیں گے، پس اے انسانو اور جنو! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔''

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ''اٰن''، جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس میں اہل جہنم کا خون اور پیپ جمع ہوتی ہے، جہنمی اس وادی میں غوطہ لگائیں گے۔ جہنم کے خوفناک مناظر یقیناً انسانوں کو دعوتِ ایمان و عمل اور دعوتِ فکرِ آخرت دیتے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا کہ: ''اے جن و انس! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟''

دنیا سے تعلق واجبی حد تک رہنا چاہیے، اور انسان حرام مت کھائے، سیّدنا آدم علیہ السلام نے

شجرہ ممنوعہ سے صرف ایک دانہ کھایا تھا تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہو گئے، اور انہیں اپنی شرمگاہیں نظر آنے لگیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾ (الأعراف : ۲۲)

''پس جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں دکھائی دینے لگیں، اور دونوں اپنے جسم پر جنت کے پتے چسپاں کرنے لگے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ .)) ❶

''جو گوشت حرام مال سے پرورش پا کر پلا ہو کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

معلوم ہوا کہ حرام معیشت ارادہ آخرت کے سراسر منافی ہے۔

دوسرا عظیم نقطہ ﴿وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ یعنی ارادہ آخرت کی حقیقی کوشش ہے، اور یہی کوشش اور سعی مشکور ہوگی۔ وگرنہ سعی معکوس، مردود اور عبث ہے۔

حقیقی کوشش اطاعت رسول ﷺ سے عبارت ہے۔

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱﴾ (الأحزاب : ۷۱)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ یقیناً بڑی کامیابی سے سرفراز ہوگا۔''

جو انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا، اوامر کو بجا لائے گا، اور نواہی سے گریز کرے گا، اسے ہر خوف سے نجات ملے گی، اور اس کی ہر تمنا پوری ہوگی، جہنم سے نجات ملے گی اور جنت اس کی ابدی منزل ہوگی۔ اور ﴿فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱﴾ سے یہی مراد ہے۔

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ

---

❶ سنن دارمی: ۳۱۸/۲۔ طبرانی کبیر: ۱۴۱/۱۹۔ باسناد صحیح.

يَأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ اطَاعَنِی دَخَلَ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ أَبٰی .)) ❶

''میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو میری نافرمانی کرے گا، اس نے انکار کیا۔''

اس جنت کا انکار کرتا ہے جس کے متعلق فرمایا:

((اَعْـدَدْتُ لِـعِبَـادِیَ الـصَّـالِـحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ، وَاقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ .))

''میں نے اپنے نیکوکار بندوں کے لیے جنت میں نعمتیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، اور کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بشر کے دل میں اس کی خوبصورتی کا تصور بھی نہیں۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کرلو۔

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْیُنٍ ﴾ (السجدة : ١٧)

''پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کے بدلے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کون سی نعمتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔'' ❷

اور جن لوگوں کی کوششیں معکوس ہوگئیں، روزِ قیامت دنیاوی زندگی کی تمام کوششیں رائیگاں ہو جائیں گی، ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِیْنَ أَعْمَالًا ۝١٠٣ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝١٠٤ ﴾

(الکهف : ١٠٣، ١٠٤)

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ٧٢٨٠.

❷ مسند احمد : ٤٣٨/٢۔ شرح السنة ، للبغوی، رقم، ٢٦١٢۔ ابن حبان نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے، صحیح ابن حبان، رقم: ٤٦٢٢.

’’آپ کہیے، کیا ہم تمہیں خبر دیں کہ (اس دن) اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون ہوگا۔ جن کی دیناوی زندگی کے لیے کوششیں ضائع ہو گئیں، اور وہ سمجھتے رہے کہ بہت اچھا کام کررہے تھے۔‘‘

بدعتی کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو کہ خوش فہمی میں بدعات کرتا رہتا ہے اور کبھی توبہ نہیں کرتا، اور نہ ہی اس کو توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

((اَلْبِـدْعَةُ أَحَـبُّ اِلـىٰ اِبْلِيْسِ مِنَ الْمَعْصِيَة ، لِأَنَّ الْمَعْصِبَةَ يُتَابُ مِنْهَا ، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا .)) ❶

’’بدعت ابلیس کو بہ نسبت برائی کے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ عاصی اور گنہگار کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، جبکہ بدعتی کو نہیں ملتی۔‘‘

کیونکہ گنہگار کا دل مطمئن نہیں ہوتا، بشری تقاضے کے مطابق اس سے غلطی سرزد ہوجاتی ہے، اور جب اللہ توفیق دے دیتا ہے وہ اس سے رجوع کرلیتا ہے۔ اور بدعتی خوش فہمی میں مبتلا ہوتا ہے، وہ اپنے فہم کے مطابق نیکی کا کام سرانجام دے رہا ہوتا ہے، وہ اسے گناہ تصور ہی نہیں کرتا، اور نہ ہی اس سے توبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت کا اہتمام کرنے کی توفیق دے اور بدعات کے ارتکاب سے بچائے۔ اہل بدعت کے ساتھ بیٹھنا بھی بڑا خطرناک ہے، ان کی مجالس کا اثر انسان پر ہو جاتا ہے، اس لئے علماءِ سلف اہل بدعت کے ساتھ مجالست کو ممنوع قرار دیتے تھے، چنانچہ امام اُبوجعفر محمد بن علی فرماتے تھے:

((لَا تُجَالِسُوْا أَصْحَابَ الْاَهْوَاءِ ، وَلَا تُجَادِلُوْهُمْ ، وَلَا تَسْمَعُوْا مِنْهُمْ .)) ❷

’’اہل بدعت کی مجلس اختیار نہ کرو، ان سے بحث مباحثہ سے بھی اجتناب کرو، اور ان کی بات مت سنو۔‘‘

سلف کا طریقہ تھا کہ وہ ایسے شخص سے علم حاصل کرتے جو سنت کے مطابق نماز پڑھتا، اور اس کی شکل وصورت بھی سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہوتی۔

---

❶ شرح السنة، للبغوی ❷ سنن دارمی، المقدمه، رقم: ٤٠١.

((کَانُوْا إِذَا أَتَوْا الرَّجُلَ لِیَأْخُذُوْا عَنْهُ نَظَرُوْا اِلٰی صَلَاتِهٖ وَاِلٰی سُنَّتِهٖ وَإِلٰی هَیْأَتِهٖ ثُمَّ یَأْخُذُوْنَ عَنْهُ.)) ❶

"تیسرا عظیم نقطہ " وَهُوَ مؤمِنٌ " کہ وہ حالتِ ایمان میں ہو۔"

آخرت کی کامیابی اور جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کا بنیادی عمل ایمان باللہ ہے، نیز اس کے تقاضے بھی پورے کئے جائیں، شرک سے دوری اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴾

(الاسراء: ۲۲)

"اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شریک نہ بنایئے، ورنہ آپ رسوا اور بے یارو مددگار ہو کر رہ جائیں گے۔"

جو شخص عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک کرتا ہے، وہ اس کا بدترین بندہ ہوتا ہے، اور وہ اسے انہی جھوٹے معبودوں کے سپرد کر دیتا ہے، اور اس کی نصرت و تائید سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ﴾

(آل عمران: ۱۶۰)

"اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔"

ایمان کیا ہے؟ اس کا جواب حدیث جبرائیل میں موجود ہے، سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کے سوال کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے بتلایا:

((أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ.)) ❷

"ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، روزِ آخرت پر ایمان لائے اور ساتھ ساتھ اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان رکھے۔"

اگر عقیدہ صحیح نہ ہوا تو روز قیامت اس منظر کا سامنا کرنا پڑے گا، جسے رسول اللہ ﷺ

❶ سنن دارمی، المقدمة، رقم: ۴۱۹، ۴۲۰. ❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۹۳، ۹۷.

نے اپنی حدیث مبارکہ میں بیان فرمایا، جسے امامِ ترمذی نے اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے:

((تَـخْـرُجُ عُنُقٌ مِنْ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْـمَـعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ ، يَقُولُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَـلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ .)) [1]

''روزِ قیامت جہنم سے ایک گردن نمودار ہوگی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے دیکھتی ہوگی، دو کان ہوں گے جن کے ذریعے سنے گی اور زبان ہوگی کہ جن سے کلام کرے گی کہ میں تین قسم کے لوگوں کو جہنم میں پھینکنے پر مامور ہوں۔ (۱) ہر سرکشی کرنے والے متکبر کو، (۲) ہر اس مشرک کو جو اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہراتا ہے، (۳) اور مصوروں کو۔''

پس آخرت کی فکر کرو، اس کے لیے حقیقی کوشش کرو اور عقائد کو درست کرو تاکہ آوازہ آجائے۔

﴿فَأُولَٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا ﴿١٩﴾﴾ (بنی اسرائیل: ۱۹)

کتاب ہذا میں انہی چیزوں پر بحث کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے میرے انتہائی قابل احترام بھائی حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ کو، جنہوں نے احادیث کی علمی تخریج، اضافہ جات اور پروف ریڈینگ کا کام اَحسن طریقے سے سرانجام دیا، جس سے کتاب کی افادیت دو چند ہوگئی۔ آخر میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ اس عمل کو روزِ قیامت ان کے میزان حسنات میں کر دے، اس میں اگر کوئی بھلائی ہے تو اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر کوئی برائی ہے تو اور شیطان کی طرف سے ہے، اللہ اس سعی کو قبول عام بخشے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم .

وكتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست، انصار السنۃ پبلی کیشنز۔ لاہور

[1] سنن ترمذی، کتاب صفة جهنم، رقم: ۲۵۷۴۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۵۱۲.

پہلا حصہ

باب نمبر 1

اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے

عمل کسی کام کے کرنے کو کہتے ہیں۔ اور انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے، وہ کسی نہ کسی نیت پر مشتمل ہوتا ہے، یا تو اس عمل کی نیت خیر کی ہوتی ہے یا شر کی، اگر وہ نیت رضائے الٰہی کے حصول کی کرتا ہے تو وہ خیر کی نیت ہے۔ اگر وہ نیت رضائے الٰہی سے ہٹ کر ہے تو وہ نیت شر کی ہے، اور اس نیت کی بناء پر عمل کرنے والے کا عمل کسی کام کا نہیں۔ اور وہ عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا۔ خواہ کتنا ہی عظیم عمل کیوں نہ ہو، اور عمل کرنے والا بھی کتنا ہی عظیم شخص کیوں نہ ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ . وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ .)) [1]

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا: اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی، لہٰذا جس شخص نے دنیا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی اسے دنیا ملے گی اور جس نے کسی عورت سے نکاح کے لیے ہجرت کی اس کو عورت ہی ملے گی۔“

بعض روایات میں اس حدیث کا شانِ ورود بیان ہوا ہے کہ ایک شخص نے اُم قیس نامی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا، اس نے اس وقت تک نکاح کرنے سے انکار کر دیا، جب تک وہ ہجرت نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اس شرط کی وجہ سے ہجرت کر لی اور وہاں جا کر دونوں کا باہم

[1] صحيح بخاري، كتاب بدء الوحى، رقم : ١.

نکاح ہوگا، چنانچہ صحابہ میں اس کا نام ہی مہاجر اُم قیس مشہور ہوگیا۔ اس حدیث کی بنیاد پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اعمال میں نیت ضروری ہے، اور نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا۔

یعنی ہر نیک عمل میں صرف رضائے الٰہی مدنظر ہو۔ اگر کسی نیک عمل میں اخلاص کی بجائے کسی اور جذبے کی آمیزش ہو جائے گی تو عنداللہ وہ عمل مقبول نہیں ہوگا۔

جہاد جیسا نیک عمل، اگر اس عمل میں بھی نیت خالص نہیں تو ایسا عظیم عمل بھی اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شُجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً فَأَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .)) [1]

’’رسولِ کریم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بہادری دکھانے کی خاطر لڑتا ہے، اور جو شخص عصبیت اور غیرت کی خاطر لڑتا ہے، اور جو شخص دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے کون ہے جو اللہ کے راستے میں لڑ رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو، پس وہ اللہ کے راستے میں لڑتا ہے۔‘‘

اسی طرح جو شخص دکھلاوے کے لیے اور شہرت کے لیے عمل کرتا ہے کہ لوگ اسے سخی اور نیک کہیں اور اللہ کی رضا کے لیے عمل نہیں کرتا۔ کسی سے محبت کرتا ہے تو دنیاوی غرض کے لیے، نماز پڑھتا ہے تو دنیاوی غرض کے لیے، صدقہ خیرات کرتا ہے، حج کرتا ہے، نوافل پڑھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان سب نیک کاموں میں نیت خالص نہیں تو وہ عنداللہ ذلیل و رسوا ہوگا۔ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ، وَمَنْ يُّرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ .)) [2]

---

[1] صحیح بخاري، کتاب التوحید، باب قوله: ﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا ﴾ ...... رقم : ٧٤٥٨.

[2] صحیح بخاري، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، رقم : ٦٤٩٩.

''جو شخص دکھلاوا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا دکھلاوا کرتا ہے (اس دکھلاوے کی وجہ سے رسوا کرتا ہے) اور جو شخص ریاء کاری کے لیے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ریا کاری کرتا ہے، (یعنی اس ریاء کاری کی بدولت اسے رسوا کرتا ہے)''

یہ تو دنیا کا معاملہ تھا حتی کہ جب قیامت والے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ انھیں ان کی نیتوں کے مطابق اُٹھائے گا۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا يُبْعَثُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ .)) [1]

''(قیامت کے روز) لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔''

تاہم دلوں کا حال چونکہ صرف اللہ رب العزت ہی جانتا ہے، اس لیے اعمال کی اصل حقیقت روزِ قیامت ہی واضح ہوگی جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اچھا یا بُرا بدلہ ملے گا، دنیا میں انسان کے ساتھ اس کے ظاہری اعمال کے مطابق ہی معاملہ کیا جائے گا اور اس کی باطنی کیفیت کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔

☆............☆............☆

[1] سنن ابن ماجة، باب النية، رقم: ٤٢٢٩۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 2

تخلیق انسانیت کا مقصد

انسان کی تخلیق کیسے ہوئی، یہ کیسے عدم سے وجود میں آیا، اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کے فرامین کو دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① ﴾(النساء : ۱)

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اور پھر سیدنا آدم علیہ السلام میں سے ان کی بیوی حواء علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ اور پھر ان دونوں کے ملاپ سے انسانی نسل کو بڑھایا۔ سیّدنا آدم علیہ السلام کو کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ㉘ ﴾ (الحجر : ۲۸)

''اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں انسان کو خمیر کی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔''

معلوم ہوا کہ انسان کی اصل تخلیق مٹی سے ہے، اور انسان کو پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ تخلیق سے پہلے انسان نہ تو بندر تھا اور نہ ہی کیڑا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

یعنی اس نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر باقی انسان کو ماں اور باپ کی منی سے پیدا کیا۔ باپ کا نطفہ ماں کے پیٹ میں پہنچایا، اسے پہلے ''جامد خون'' بنا دیا، پھر اسے ایک لوتھڑا بنا دیا اور وہ لوتھڑا کبھی تو اللہ کی مرضی سے بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور کبھی اس میں جان نہیں پڑتی اور رحم سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اللہ ایسا اس لیے کرتا ہے تاکہ انسان اس کی قدرت، علم اور حسن تدبیر پر ایمان لے آئے۔ اس کی عظمت کا اعتراف کرے، اس سے محبت کرے اور اس کی بندگی کرے۔ پھر جو لوتھڑا بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے وہ ایک مدت معینہ تک رحم میں رہنے کے بعد پیدا ہوتا ہے تو نہایت ہی کمزور بچہ ہوتا ہے، پھر بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ بھر پور جوان ہو جاتا ہے۔ اور کوئی بچہ بلوغت سے پہلے ہی مر جاتا ہے، اس لیے کہ حکمت الٰہیہ کا یہی تقاضا ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگ لمبی عمر پاتے ہیں یہاں تک کہ کھوسٹ ہو جاتے ہیں، اور عقل و ہوش کھو بیٹھتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝٥﴾

(الحج : ٥)

''اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ کیے جانے کے بارے میں شبہ ہے، تو کیوں نہیں

سوچتے کہ ہم نے تمہیں (پہلی بار) مٹی سے پیدا کیا تھا، پھر نطفہ سے پیدا کیا، پھر منجمد خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے، جو کبھی مکمل شکل وصورت کا ہوتا ہے، اور کبھی ناقص شکل و صورت کا، تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی قدرت کا مظاہرہ کریں، اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر وقت تک رحم میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں بچے کی شکل میں باہر نکالتے ہیں، تاکہ تم اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جاؤ، اور تم میں سے بعض (اس کے بعد) وفات پا جاتا ہے، اور تم میں سے بعض بدترین عمر تک پہنچا دیا جاتا ہے، تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر ایسا ہو جائے کہ وہ کچھ بھی نہ جانے۔ اور آپ زمین کو خشک دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے، اور اُوپر کی طرف اُبھرتی ہے، اور ہر قسم کے خوبصورت پودے پیدا کرتی ہے۔"

تخلیق کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے؟ کیا اس کی تخلیق کا مقصد دن رات دنیا حاصل کرنے کے لیے صرف کر دینا ہے؟ دنیاوی مال ومتاع اور دنیاوی خواہشات ہیں یا کچھ اور، تو اللہ تعالیٰ کا اس سلسلے میں ارشاد ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾﴾ (الذاریات: ٥٦)

"میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔"

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ اصل انسانیت کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، لیکن آج اگر ہم اپنا محاسبہ کریں تو ہم اس مقصد سے بہت دور ہیں۔ مزید اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ﴿٨﴾﴾ (الکہف: ٧-٨)

''روئے زمین پر جو کچھ ہے، ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔ اس پر جو کچھ ہے، ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں۔''

مزید برآں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾

(الملك : ۲)

''(اللہ) جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا کہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔''

انسان کی زندگی ایک آزمائش ہے، اگر تو انسان اپنے اصل مقصد کو سامنے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے کامیابی کے راستے عطا فرمائے گا، اور اگر اصل مقصد کو بھول جائے تو پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے، انسان حیوان، مال و دولت، عزت، بلندی سب کچھ اس کے لیے آزمائش ہے، تاکہ اللہ کے فرمانبردار اور نافرمان میں فرق ہو جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳﴾

(الدھر : ۲۔۳)

''بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے پیدا فرمایا، اور اس کو سننے والا اور دیکھنے والا بنایا، ہم نے اس کو راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مزید فرما دیا ہے کہ ہم نے انسان کو راستہ بھی دکھا دیا ہے کہ وہ کون سے راستے پر چلے گا تو کامیاب ہوگا، اور کس راستے پر چلنے سے ناکام ہوگا۔ اور اب یہ

انسان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ خواہ فرمانبرداری کرتا ہوا سیدھے راستے پر چلے، خواہ نافرمان بن کر گمراہی والے راستے پر چلے، تو انسان کی تخلیق کا اصل مقصد عبادتِ الٰہی ہے نہ کہ دنیاوی خواہشات پرستی و دولت پرستی، خودنمائی و بڑائی، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں شامل فرمائے (آمین)

☆............☆............☆

باب نمبر 3

انسان کی گمراہی کے اسباب

انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان:

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا (یعنی سیّدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو) تو اسی وقت سے اس کا دشمن شیطان بھی اس کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مگن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان اعلان کرتا ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ
مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ﴾

(الحجر: ۳۹۔۴۳)

’’(شیطان نے) کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لیے (گناہوں کو) مزین کروں گا، اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔ بجز تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے۔ یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو اس نے انکار کر دیا، تو اس وقت اس نے اللہ تعالیٰ پر الزام لگایا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھے (آدم کے ذریعہ سے) گمراہ کیا تھا۔

اس نے گمراہی کا الزام اللہ تعالیٰ پر لگا دیا تھا، اور پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں تیری ساری مخلوق کو گمراہ کروں گا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ شیطان کسی کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر غلط راستے کی طرف نہیں لاتا، بلکہ اس کے دل میں خیالات پیدا کرتا ہے تو کمزور ایمان والا انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور شیطان کو قطعی طور پر کوئی طاقت حاصل نہیں ہے کہ وہ انسان کو زبردستی گمراہ کرے اور شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ جو تیری پیروی کریں گے جو تیرا ٹھکانہ ہوگا، ان کا ٹھکانہ بھی وہی بنا دوں گا۔ اس مذکورہ بالا آیت میں شیطان مردود نے کہا تھا:

''کہ میں ان کے لیے زمین میں (گناہوں کو) مزین کروں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا۔''

اور شیطان اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَ الْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾﴾

(آل عمران : ١٤)

''مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں مزین کر دی گئی ہے، جیسے عورتیں، اور بیٹے، اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے، اور نشان دار گھوڑے، اور چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے، اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

شیطان کے پاس انسان کو گمراہ کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی چیزیں ہیں، اور ان میں سے سب سے زیادہ گمراہی کا سبب مال و دولت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾﴾ (الکهف : ٤٦)

''مال و دولت اور اولاد تو دنیا کی ہی زینت ہے، اور (ہاں) البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک ازروئے ثواب اور (آئندہ کی) اچھی توقع کے بہت بہتر ہیں۔''

اس آیت کریمہ کی وضاحت اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

((عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ: اَنَّهُ اِنْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ قَالَ: يَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ: مَالِي مَالِيْ! وَهَلْ لَّكَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ ، اَوْ اَكَلْتَ فَاَمْضَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ .)) ❶

''سیّدنا مطرف رضی اللہ عنہ اپنے باپ (عبدللہ بن شخیر) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے۔ اور فرمایا: آدم کا بیٹا کہتا ہے کہ ''میرا مال، میرا مال!'' اے انسان تیرے مال میں تیرا وہی حصہ ہے جو تو نے صدقہ کیا اور اسے اپنے نفس کے لیے ذخیرہ کر لیا، یا جو تو نے کھایا اور فنا کر دیا، یا جو تم نے پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا۔''

گذشتہ آیات اور اس حدیث کی روشنی میں واضح ہو گیا ہے کہ شیطان انسان کا سب سے بدترین اور سب سے پرانا دشمن ہے، اور اس نے آدم کی نسل کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اور سب سے زیادہ جس چیز کے ذریعے وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے، وہ اس کا مال ہے۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد اور بیوی اور اس کے دیگر عزیز واقارب، کیونکہ شیطان نے کہا تھا:

﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ١٧﴾ (الاعراف: ١٧)

''پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی، اور ان کے پیچھے سے بھی، اور ان

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد، رقم: ٧٤٢٥.

کی دائیں جانب سے بھی، اور ان کی بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیں گے۔''

شیطان کبھی مال کے ذریعے سے، کبھی بیوی بچوں کے ذریعے سے، کبھی عزیز و اقارب کے ذریعے سے ہر طرف سے آ کر ان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ انسان کو وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں آدمی کا مال چھین لے۔ تیرے کام آئے گا، فلاں آدمی کمزور ہے اس کے مکان پر قبضہ کر لے، تیری اولاد کے کام آئے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَٰنٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٩٩﴾ إِنَّمَا سُلْطَٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾ ﴾

(النحل: ۹۹۔۱۰۰)

''ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا۔ ہاں، اس کا غلبہ ان پر تو یقیناً ہے جو اس سے رفاقت کریں اور اسے اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔''

اللہ کے نیک، فرمانبردار اور اس پر بھروسہ کرنے والوں اور ہر وقت اس کو یاد رکھنے والوں پر اس کا کوئی زور نہیں، وہ گمراہ کرنے کی کوشش تو کرتا ہے، لیکن جو اللہ کے بن جاتے ہیں تو اللہ بھی ان کا بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ کر لیتا ہے۔

روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ فرما دے گا، جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں بھیج دیے جائیں گے، تو شیطان اہل جہنم سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی زبانی تم سے سچا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم اس کی اتباع کرو گے تو اللہ کے عذاب سے نجات پاؤ گے، ورنہ جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے، چنانچہ آج اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اور میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ ''موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے اور جزا و سزا کا عقیدہ غلط ہے، اور اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو تمہارے اصنام تمہارے لیے سفارشی بنیں گے۔'' اور میں نے بغیر دلیل و

حجت تمہیں اپنی اتباع کی دعوت دی تھی تو تم نے قبول کر لیا تھا، اور رسولوں نے اپنی اور اپنی دعوت کی صدقت پر دلائل پیش کیے تھے، لیکن تم نے ان کی بات ٹھکرا دی تھی، اس لیے آج جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے اس پر مجھے نہیں بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو، میں تمہیں نجات نہیں دلا سکتا ہوں، اور نہ تم میرے کام آسکتے ہو، آج میں اس بات کا قطعی طور پر انکار کرتا ہوں کہ کسی بھی حیثیت سے میں اللہ کا شریک ہوں اور تم سے ہر طرح براءت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالموں کو اس دن بڑا دردناک عذاب دیا جائے گا۔

﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞﴾ (ابراهيم : ٢٢)

''اور جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے پختہ وعدہ کیا تھا، اور میں نے بھی تم سے (جھوٹا) وعدہ کیا تھا جس کی آج میں تم سے خلاف ورزی کر رہا ہوں، اور میرا تم پر کوئی اختیار نہ تھا، میں نے تو تمہیں اپنی طرف بلایا تھا تو تم نے میری بات مان لی تھی، اس لیے تم لوگ مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ میں تمہارے کام نہیں آسکتا اور نہ تم میرے کام آؤ گے، تم نے اس سے قبل (دنیا میں) مجھے جو اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا تو آج میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ بے شک ظالموں کو بڑا دردناک عذاب دیا جائے گا۔''

علامہ زمخشری اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ''قیامت کے دن شیطان جو کچھ کہے گا، اللہ تعالیٰ نے اس لیے نقل کیا ہے، تاکہ سامعین قیامت کے دن اپنے انجام کے بارے میں غور کریں اور ابھی سے اپنی نجات کے لیے تیاری کریں جب شیطان اپنے تمام پیرو

کاروں سے اپنی براءت کا اعلان کر دے گا۔'' [تفسیر الکشاف : ۲/ ۵۵۲]

گمراہی کا دوسرا سبب، دنیا:

انسان کی گمراہی کا دوسرا سبب دنیا ہے۔ کیونکہ دنیا کی حرص رکھنے والوں نے صرف یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ صرف اور صرف یہ دنیا ہے۔ اس لیے اس دنیا میں جو کچھ ہوسکتا ہے کرلو، جو کمایا جاسکتا ہے کمالو، جہاں سے اور جیسے ملتا ہے لے لو، حلال وحرام میں فرق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور کئی لوگوں کا دعویٰ یہ تھا کہ سب کچھ حوادثات زمانہ کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۞ ﴾

(الجاثية : ٢٤)

''انھوں نے کہا: ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارتا ہے۔ دراصل انھیں اس کی کچھ خبر ہی نہیں۔ یہ تو صرف قیاس اور اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں۔''

یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے، جو کہ دوبارہ جی اُٹھنے اور حساب و کتاب کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ اپنے غلط خیالات کے پیروکار تھے، انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞ ﴾ (العنكبوت : ٦٤)

''اور دنیا کی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے، البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے، اگر یہ جانتے ہوتے۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں دنیا کی حقارت اور اس کی بے ثباتی بیان کی گئی ہے، کہ جیسے بچے کھلونوں کے گرد جمع ہوتے ہیں، چند گھڑی ان سے جی بہلاتے ہیں، پھر انہیں وہیں چھوڑ

کر اپنے گھروں کو چل دیتے ہیں، اور سوائے تھکن کے انہیں کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا، یہی حال اس دنیائے فانی کا ہے، یہاں کی ہر چیز فانی اور آنی جانی ہے۔اس کے بجائے آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ وہ زندگی زوال پذیر نہیں ہوگی، جنتی کو نہ بیماری اور نہ موت لاحق ہوگی، اور نہ وہ کسی درد والم سے دوچار ہوگا۔ جنت لازوال خوشیوں کا نام ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مشرکین کی سمجھ میں یہ بات آجاتی تو دنیا کی اس حقیر زندگی کو آخرت کی لازوال اور بے پایاں نعمتوں اور خوشیوں پر ترجیح نہ دیتے۔'' [تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۱۳٤]

مردمومن نے دعوت وتبلیغ کے لیے اپنی کوشش جاری رکھتے ہوئے کہا: ''اے میری قوم! کے لوگو! یہ دنیاوی زندگی چند روزہ ہے، جسے بہر حال ختم ہو جانا ہے، اور آخرت کی زندگی جو اس زندگی کے بعد آنے والی ہے، وہی درحقیقت ابدی امن واستقرار اور سکون وراحت کی زندگی ہے، اس لیے تمہیں اس ابدی راحت وسکون والی زندگی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝﴾

(المؤمن: ۳۹)

''اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو بس چند روزہ ہے۔ اور ہمیشہ کے قیام کا گھر آخرت ہی ہے۔''

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا ہی سب کچھ ہے، حقیقت میں یہ تو چند روزہ ہے۔ تنگی ترشی میں گذرے تو بھی گزر ہی جائے گی، فکر تو اخروی زندگی کی کرنی چاہیے، جو دائمی اور لازوال زندگی ہے۔ ایمان والے اور اللہ کا خوف رکھنے والے اس زندگی سے بھرپور فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں صرف کرتے ہیں، اور آخرت کی تیاری کرتے ہیں، تو ہمارے سامنے حقیقت آگئی ہے کہ جس دنیا کو حاصل کرنے کے لیے ہم حلال وحرام، جائز وناجائز ہر طرح کے ذرائع واسباب بروئے کار لاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم شیطان کی پیروی کرتے ہوئے گمراہی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، وہ تو عارضی اور ختم

ہو جانے والی ہے۔ اور عارضی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دائمی چیز کے حصول کو ترک کرنا کتنا نادانی کا کام ہے۔ اس لیے دائمی چیز آخرت ہے، نہ کہ دنیا۔ تو اس آخرت کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دنیاوی زیب و زینت کو حاصل کرنے میں اپنی زندگیاں ضائع کرنی چاہئیں۔

انسان کی گمراہی کا تیسرا سبب، خواہشاتِ نفسانی:

انسانی آرزوئیں، تمنائیں اور خواہشات یہ بھی انسان کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ اگر خواہشات نیک ہوں تو ہدایت و نجات کا ذریعہ بنتی ہیں، لیکن انسانی خواہشات اکثر منفی پہلو میں ہی ہوتی ہیں۔ کیوں کہ گمراہی کے سبب انسان اپنی خواہشات کو ہی اپنا معبود مان لیتا ہے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝٢٣﴾ (الجاثية : ٢٣)

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے۔ اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟“

آج انسان اس قدر اپنی خواہشاتِ نفس کا پجاری بن گیا ہے کہ اس نے اپنے اصل خالق والٰہ کو بھلا کر اپنی خواہشاتِ نفس کو اپنا الٰہ مان لیا ہے، یعنی کہ بات تو اللہ ربّ العزت کی ماننی چاہیے تھی، لیکن وہ ہر معاملہ میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، اور اسی کو مقدم رکھتا ہے۔ ایسا آدمی ہی سب سے بڑا گمراہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَ مَنْ اَضَلُّ

مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾

(القصص : ٥٠)

''پس اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کررہے ہیں، اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے، بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں خواہش کی پیروی کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت فرمادی ہے کہ وہ سب سے زیادہ گمراہ ہے، جو کہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور ایسے شخص کو جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بھی نصیب نہیں فرماتا۔ جیسا کہ مذکورہ آیات سے واضح ہے۔

ایسے لوگ اپنے انہی شکوک وشبہات اور گمراہی والے راستے پر اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے ہی، اس دنیائے فانی سے کوچ کرجاتے ہیں، اور موت سے پہلے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عظیم ہے:

﴿يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾﴾ (الحدید : ١٤)

''یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں تھے تو سہی، لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا، اور انتظار میں ہی رہے، اور شک شبہ کرتے رہے، اور تمھیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا، اور تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکے میں ہی رکھا۔''

﴿اَلْاَمَانِيُّ﴾ کا معنی خواہشات ہے، اور ان خواہشات سے مراد دنیاوی خواہشات

ہیں۔جس کی وضاحت اس آیت کی تفسیر میں امام شوکانی رحمہ اللہ نے ''فتح القدیر'' میں بیان کی ہے کہ ﴿الْأَمَانِيُّ﴾ سے مراد دنیا ہے،یعنی کہ دنیاوی خواہشات اور سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں ﴿الْأَمَانِيُّ﴾ سے:((الاباطیل والتمنی)) ......یعنی ''لغو و بیہودہ خواہشات اور آرزو۔'' مزید ﴿وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ کی تفسیر یہ کہ شیطان نے جو انسان کو دھوکہ دے رکھا ہے، وہ دنیا کا دھوکہ ہے،یعنی دنیاوی خواہشات وغیرہ۔

تو مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوگیا کہ نفس کی پوجا کرنے والا، اور خواہشات کو مقدم کرنے والا سب سے زیادہ گمراہ ہے۔حتی کہ نفسانی خواہشات اس کو جہنم میں پہنچادیتی ہیں، جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے واضح ہے۔

گمراہی کا چوتھا سبب، اللہ تعالیٰ کی آیات سے بے پرواہی:

اللہ کی آیات سے غفلت کے سبب بھی انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غصے کی لپیٹ میں آجاتا ہے، اور انسان کو اس غفلت کا احساس اس وقت ہوگا جبکہ وہ اللہ کے سامنے جوابدہی کے لیے آئے گا۔ غافل انسان کے سامنے جتنی بھی قرآنی آیات، احادیث ،قبر وحشر کا ذکر اور جہنم وغیرہ کا بیان کیا جائے، اسے جتنا بھی سمجھایا جائے، وہ بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ الٹا کہتا ہے کہ میرے سامنے ایسی باتیں مت کیا کرو۔ میں جو کررہا ہوں، ٹھیک کررہا ہوں۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ﴿٧﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾﴾ (یونس: ۷۔۸)

''جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں ہے، اور وہ دنیاوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں، اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں، اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانا، ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو کہ اپنے کاروبار میں مگن رہے، اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری سے بے خبر رہے، اور ان پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانے، اللہ سے ملاقات کرنے، اور اپنی زندگی کا حساب و کتاب دینے سے غفلت میں ہے۔ اور دنیاوی زندگی کو ہی کافی سمجھ لیا اور اس کی رعنائیوں سے متاثر ہو کر فکرِ آخرت کو بھلا دیا تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ۝۲۱ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝۲۲﴾

(قٓ : ۲۱۔۲۲)

”اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہمراہ لانے والا ہوگا، اور ایک گواہی دینے والا۔ یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا، لیکن ہم نے تیرے سامنے سے پردہ ہٹا دیا، پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔“

جب وہ فرشتے جو کہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے تھے، وہ اس کو ہانکتے ہوئے لائیں گے۔ اور اس کا گواہ بھی ساتھ ہوگا، اور اس وقت اللہ تعالیٰ غفلت کے پردے الٹا دے گا۔ پھر اس کو احساس ہوگا کہ واقعی میرے سامنے جو وعظ کیا جاتا تھا اور جو مجھے سمجھایا جاتا تھا، وہ سب ٹھیک تھا، لیکن میں غلط تھا۔ اور اس وقت سب باتوں کو وہ جلدی سمجھ لے گا، جن کو دنیا میں بار بار سمجھانے کے باوجود نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ مضحکہ خیز باتیں کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بہت شفقت اور پیار کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے میرے بندے جہنم سے بچ جائیں۔

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱ۚ﴾

(الانبیاء: ۱)

”لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا، پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے

ہوئے ہیں۔‘‘

نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ ﴾ (مریم : ۳۹)

’’تو انھیں اس رنج و افسوس کے دن کا ڈر سنا دے جب کہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے، اور یہ لوگ غفلت میں ہیں، اور بے ایمان ہیں۔‘‘

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ ﴾ (الزمر : ۵۶)

’’ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے: ہائے افسوس! اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی، بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔‘‘

ان مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی کوئی کمی باقی نہیں چھوڑی کہ جس کی وجہ سے کل کو انسان اللہ پر عذر بیان کرے کہ ہمیں کسی نے خبر نہ دی تھی۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی نہ سمجھے تو ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔

اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی آیات سے غفلت برتنے والوں کا حشر بیان کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ ﴾

(طٰهٰ : ۱۲۴-۱۲۷)

’’ہاں! جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اُٹھایا؟ حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا) کہ جس طرح ہونا چاہیے تھا تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول چکا تھا، اور اس طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔ ہم ایسا ہی بدلہ ہر اس شخص کو دیا کرتے ہیں جو حد سے گزر جائے، اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے۔ اور بے شک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور بہت دیرپا ہے۔‘‘

یعنی جس نے احکاماتِ الٰہی سے منہ پھیرا، قرآن پر عمل نہ کیا، نماز نہ پڑھی، تلاوت نہ کی اور ایسے اعمال جن سے انسان ذکرالٰہی میں مگن ہو نہ کیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی۔

امام شوکانی رحمہ اللہ ’’ فتح القدیر ‘‘ میں اور امام ابن کثیر " تفسیر ابن کثیر " میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿مَعِيشَةً ضَنكًا﴾ کی وضاحت میں یوں رقمطراز ہیں:

’’دنیا کی زندگی بھی اس آدمی کی تنگی و پریشانی میں گزرے گی، اور آخرت کی زندگی و قبر کی زندگی بھی انتہائی تنگی و تکلیف میں گزرے گی، اور اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کہے گا: اے اللہ! دنیا میں تو میں بصارت والا تھا۔ آج مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس طرح تو نے دنیا میں میری آیات کو بھلا دیا تھا اور مجھے بھول گیا تھا۔ آج میں نے بھی تجھ کو بھلا دیا ہے۔‘‘

اندازہ کریں کہ جس کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن بھلا دے گا اس کا کیا حشر ہوگا۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے سرکش اور باغی لوگوں کو جو اللہ کی آیات سے منہ پھیرتے ہیں، اللہ انہیں جہنم رسید کرے گا۔

جو شخص قرآن سے اعراض کرتا ہے، اس کے بارے میں امام الہیثمی نے ایک روایت نقل کی ہے:

((وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ مَنِ اتَّبَعَهُ قَادَهُ اِلَى الْجَنَّةِ، وَمَنْ تَرَكَهُ أَوْ أَعْرَضَ عَنْهُ، اَوْ كَلِمَةٌ نَحْوَهَا، زُخَّ فِي قَفَاهُ اِلَى النَّارِ .)) ❶

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: بے شک یہ قرآن سفارشی بھی ہے، (سفارش بھی کرے گا) اور اس کی سفارش قبول بھی کی جائے گی، جو اس کی پیروی کرے گا تو قرآن اس کی جنت کی طرف رہنمائی کرے گا، اور جو اسے چھوڑ دے گا یا اس سے اعراض کرے گا یا اس جیسی باتیں کرے گا، تو ایسا شخص گردن سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

تو اب اندازہ لگائیں کہ جو بڑے فخر سے اپنے مال و دولت اور اپنے جاہ وجلال پر ناز کرتے ہوئے قرآن سے اعراض کرتا ہے، اس کو نہ پڑھتا ہے، نہ سمجھتا ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اسے قیامت کے دن گردن سے پکڑ کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

گمراہی کا پانچواں سبب، گناہ پر اصرار کرنا:

انسان کی گمراہی کا ایک سبب گناہ پر اصرار بھی ہے۔ جب انسان گناہ کر کے شرمندہ نہ ہو۔ اور اپنے کیے پر نادم نہ ہو تو پھر گمراہی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کی لگام ڈھیلی کر دیتا ہے کہ جہاں تک یہ بھاگ سکتا ہے، بھاگ لے۔ اپنی سرکشی اور معصیت و نافرمانی میں بڑھ جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو وقت مقررہ تک کے لیے ڈھیل دے رکھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

﴿وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ

❶ مجمع الزوائد، كتاب العلم، باب في العمل بالكتاب والسنة، رقم: ۷۹۲، ۷۹۱.

یُؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ (النحل : ٦١)

”اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کی گرفت کرتا تو زمین پر کسی چوپائے کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ تو انھیں ایک وقت مقررہ تک کے لیے مہلت دیتا ہے۔ پس جب ان کا وقت آ جائے گا، تو وہ ایک گھڑی بھی نہ پیچھے ہوسکیں گے نہ آگے۔“

کافروں اور مسلمانوں میں سے بھی اکثر گناہ کرنے کے بعد جبکہ ان کو اس بات کا علم بھی ہو کہ یہ کام غلط ہے، پھر بھی وہ اس پر کاربند رہتے ہیں۔ کفار اور فجار کہتے ہیں کہ اگر ہم نے غلط کیا ہے تو اللہ نے ہمیں تباہ و برباد کیوں نہیں کر دیا، ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا۔ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں پکڑنے پر آ جاتا تو اس زمین پر ایک جانور بھی باقی نہ بچتا، لیکن یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا وقت مقرر کیا ہے۔ ہر نافرمان اور خطا کار کو مہلت دی ہے۔ فوری مواخذہ نہیں کیا تا کہ وہ سمجھ جائے۔ مان جائے، اور لیکن جب اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت آئے گا تو اس وقت یہ مقررہ وقت سے آگے پیچھے ہرگز نہیں ہوسکیں گے۔ مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾﴾

(اٰل عمران : ١٧٧ـ١٧٨)

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے ایمان کے بدلے میں کفر کو خرید لیا، وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ اور کفر کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انھیں ڈھیل دے رہے ہیں، ان کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں، تا کہ ان کے گناہ اور بڑھ جائیں

اوران کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔‘‘

اس آیت سے یہ بات آشکارہ ہوگئی کہ کفار جو کہ دن بدن سرکشی اور معصیتِ الٰہی میں بڑھتے جارہے ہیں۔ اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہورہا، جس کو وہ فائدہ سمجھ رہے ہیں یا اپنے لیے اچھا جانتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کا مواخذہ نہ کرکے ان کے عذاب کو بڑھا رہا ہے، تاکہ جس قدر یہ سرکشی میں بڑھیں گے، اسی قدر ان کی سزا و عذاب سخت ہوگا۔ اس لیے کفار کی طرف دیکھ کر کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بہت دولت دے رکھی ہے، عیش وعشرت دی ہے۔ دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، یہ سب اس لیے ہے تاکہ عذاب میں یہ لوگ مزید بڑھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝﴾

(الطارق: ۱۳۔۱۷)

’’بے شک یہ قرآن دوٹوک فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔ یہ ہنسی کی اور بے فائدہ بات نہیں، البتہ کافر داؤ گھات میں ہیں، اور میں بھی داؤ کر رہا ہوں۔ تو کافروں کو مہلت دے انھیں تھوڑے دنوں کے لیے چھوڑ دے۔‘‘

اس آیت میں کفار کی طرف اشارہ ہے، جو کہ قرآن کی تکذیب کرتے ہیں، اور رسولِ کریم ﷺ کی دعوت کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ کے دین کے چراغ کو بجھانے کی کوششیں اور سازشیں کرتے ہیں تو وہ جان لیں کہ اللہ بھی ان کے خلاف تدبیر کر رہا ہے، اور ان کو جہنم واصل کرنے کے لیے ڈھیل دے رہا ہے، تاکہ یہ کفر و معصیت کی آخری حدوں کو پہنچ جائیں، ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ۚ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾﴾

(الاعراف: ۱۸۶)

”اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔“

گناہ پر اصرار کی وجہ سے انسان کو ہدایت نہیں ملتی، اور اللہ تعالیٰ مزید اس کو اس کی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے، تاکہ یہ مزید گمراہی اور سرکشی میں بڑھ جائے، اور اس فعل سے اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی بھی انسان نہیں بچ سکتا۔

گمراہی کا چھٹا سبب، انسانی خیالاتِ باطلہ:

انسان باطل خیالات کی وجہ سے صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے، وہ باطل خیالات یہ ہیں کہ انسان اللہ کے سوا پیروں، درویشوں اور عالموں کو اپنا سب کچھ مان کر ان کی ہر بات کو تسلیم کر لیتا ہے، اگر انھوں نے حلال کو حرام کہہ دیا تو بھی مان لیا، اور اگر حرام کو حلال کہہ دیا تو بھی سرِ تسلیم خم کر دیا، جس کی وجہ سے وہ دور کی سرکشی میں غرق ہو جاتا ہے، کچھ ایسے ہی لوگوں کا حال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾﴾ (البقرة: ١٦٦-١٦٧)

”جب پیشوا لوگ اپنی اتباع کرنے والوں سے اظہارِ برأت کریں گے، اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اور تمام اسباب و وسائل ختم ہو جائیں گے۔ اور پیروی کرنے والے لوگ کہیں گے کہ اے کاش! ہم ایک بار دنیا میں لوٹ کر جا سکتے، تاکہ ان پیشواؤں سے ویسا ہی اظہارِ برأت کرتے، جیسا کہ انھوں نے آج ہم سے برأت کا اظہار کیا ہے۔ اس طرح اللہ انھیں دکھائے گا کہ ان کے اعمال ان کے لیے باعث حسرت وندامت بن گئے، اور وہ لوگ عذابِ

نار سے کبھی بھی نہ نکل سکیں گے۔''

دنیا میں انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے کوئی نہ کوئی نرمی کا راستہ اختیار کرتا ہے، اسی طرح ہمارے اکثر ایسے بھائی ہیں، جنھوں نے قرآن و حدیث سے بڑھ کر ایسے لوگوں کو ترجیح دی ہے، جو کہ حقیقتاً قرآن و حدیث سے کورے ہوتے ہیں، ان کی ہر بات کو قرآن کی جگہ اور نبی کریم ﷺ کی حدیث کی جگہ مانتے ہیں، مثلاً جاؤ جو چاہو سو کرو میں تمھیں اللہ سے بچالوں گا، نماز پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور حلال وحرام میں فرق کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ غرضیکہ وہ باطل پیر اور درویش جن کو وہ حقیقتاً اپنا الٰہ مان لیتے ہیں اور دنیا کی ہر چیز سے بے خبر ہو کر ان کی بات کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ان خیالات باطلہ کا نقشہ اور نتیجہ اس مذکورہ بالا آیت میں بیان کر دیا ہے کہ قیامت والے دن یہ پیر درویش اپنے دعوؤں سے بری ہو جائیں گے، تو یہ افسوس کریں گے کہ کاش! اللہ ہمارے لیے دنیا میں دوبارہ جانے کا سبب پیدا کر دے تو ہم بھی ان سے بالکل اسی طرح بری ہو جائیں گے جس طرح یہ آج برأت کا اظہار کر رہے ہیں اور صرف اللہ کے ہو جائیں گے، لیکن اب تو جہنم ان کا دائمی ٹھکانہ ہے۔

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیا چگ گئیں کھیت

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اسی بات کو بیان فرماتا ہے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱﴾ (التوبۃ: ۳۱)

''ان لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کی بجائے معبود بنالیا، اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا

جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ جو اپنے عالموں، عابدوں، پیروں اور درویشوں کو اللہ کا مقام دے، ان کا حشر کیا ہوگا؟ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا مِنَ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۲۹﴾﴾

(حٰمٓ السجدۃ: ۲۸۔۲۹)

’’اللہ کے دشمنوں کا یہی بدلہ ہے، یعنی جہنم کی آگ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ جو اس بات کا بدلہ ہوگی کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور اہل کفر کہیں گے: اے ہمارے رب! ذرا ہمیں ان جنوں اور انسانوں کو دکھلا دے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، تاکہ ہم انھیں اپنے قدموں تلے روندیں، تاکہ وہ خوب ذلیل و رسوا ہوں۔‘‘

وہ شیاطین جن وانس جن کی بات مان کر یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے رہے، انھیں جب وہ جہنم کی آگ میں جلتا دیکھیں گے تو اپنے غیظ وغضب کا اظہار ان کے خلاف کریں گے جن کی باتیں مان کر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتے تھے۔ ان کو طلب کرنے کی فرمائش کریں گے کہ اے اللہ! ان کو ذرا ہمارے سامنے لا تاکہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے روندیں اور ان کو جہنم کی سب سے گہری کھائی میں پھینک دیں۔ اللہ ہمیں ایسے باطل خیالات سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

☆............☆............☆

باب نمبر 4

دنیا کیا ہے؟

(1) دنیا کی زندگی ایک دھوکہ ہے:

دنیا کی زندگی ایک دھوکہ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی دے کر دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے اور پھر اس دنیا کے دھوکے میں وہ اللہ کا نافرمان بن کر اللہ کے عذاب کا مستحق ہو جائے اور اللہ اسے عذاب دے۔ بلکہ انسان نے خود اس سے دھوکہ کھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰﴾

(الحدید : ۲۰)

”تم سب جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی کھیل، تماشہ، زیب و زینت، آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور مال و دولت اور اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا ہے۔ اس کی مثال اس بارش کی ہے جس سے اُگنے والا پودا کافروں کو خوش کر دیتا ہے، پھر وہ خشک ہو جاتا ہے، پھر زرد ہو جاتا ہے، پھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں (بُرے لوگوں کے لیے) سخت عذاب ہے، اور (اچھے لوگوں کے لیے) اللہ کی مغفرت اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت احسن انداز میں سمجھایا ہے کہ یہ دنیا لہو ولعب ہے، لیکن اس کے حصول میں لوگوں کے قلوب وابدان سبھی مشغول ہو جاتے ہیں۔ پوری زندگی گذار دیتے ہیں، لیکن ان کے دل اللہ کی یاد اور روزِ قیامت کے وعدہ وعید سے غافل ہوتے ہیں۔ اور زیب وزینت، لباس، کھانے پینے کی اشیاء، عالی شان مکانات، عمدہ سواریوں اور دنیاوی جاہ وحشمت کے نشے میں آ کر آخرت کے بارے میں انھیں سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی، اور آپس میں کثرتِ مال کی حرص میں مشغول رہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مثال دے کر دنیا کی حقیقت کو عیاں کیا ہے۔ بارش کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس کی وجہ سے زمین کے پودے لہلہا اُٹھتے ہیں، اور ان پودوں کو دیکھ کر کاشتکار خوب خوش ہوتے ہیں، بالکل اس طرح کفار دنیا کی زیب وزینت سے خوش ہوتے ہیں۔ پھر وہ پودے خشک ہو کر زرد ہو جاتے ہیں، پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بھس بن جاتے ہیں اور زمین ایسی ویران ہو جاتی ہے کہ جیسے وہاں کبھی ہرا پودا تھا ہی نہیں۔ یہی حال دنیا کا ہے۔ یہاں کی ہر چیز آنی جانی ہے، اور ہر نعمت فانی ہے۔ اور جو چیز باقی رہنے والی ہے وہ نیک اعمال ہیں، جو بندے کے ساتھ آخرت تک جائیں گے، اور عذابِ جہنم سے اس کی نجات کا سبب بنیں گے۔

آیت کے دوسرے حصے میں دنیا کے دھوکے میں آنے والے اور آخرت کو فراموش کر کے دنیا کے لہو ولعب میں مشغول ہونے والے کا انجام یہ بتایا ہے کہ قیامت کے دن ایسے نافرمانوں کو اللہ عذابِ شدید میں مبتلا کرے گا۔ اور جو لوگ آخرت کی فکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کریں گے، ان کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور ان کا رب ان سے راضی ہو جائے گا۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''اور دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔'' یہ جملہ مذکورہ بالا مضمون کی تاکید مزید ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ''دنیا دھوکے کی ٹٹی ان کے لیے ہے جو فکرِ آخرت سے غافل ہوتے ہیں، اور جو لوگ فکرِ آخرت میں مشغول رہتے ہیں، اُن کے لیے یہ دنیا ایسی متاع ہے جو اُسے اس

سے بہترین نعمت یعنی جنت تک پہنچانے میں مدد کرتی ہے۔" [فتح القدیر، للشوکانی : ۷۸۸/۲]

مزید اللہ فرماتا ہے:

﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰﴾

(الانعام : ۷۰)

"اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہیں، جنھوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے۔ اور دنیاوی زندگی نے انھیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتے رہیں، تاکہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب (اس طرح) نہ پھنس جائے کیونکہ کوئی اللہ کے علاوہ اس کا مددگار اور سفارشی نہ ہوگا، اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے، تب بھی اس سے نہ لیا جائے، ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے۔ ان کے لیے نہایت گرم پانی پینے کے لیے ہوگا، اور اپنے کفر کے سبب دردناک سزا ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ دین اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں، آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے، انہیں تو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ اور مزید اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے اخروی حالات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ اللہ کے دین کا مذاق اُڑانے والے، برے اعمال کرنے والے اور حرام شہوتوں میں ڈوبنے والے لوگوں کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے کہ اس دن پینے کے لیے انھیں گرم پانی دیا جائے گا، جو ان کے پیٹ میں موجود تمام آنتوں کو کاٹ کر باہر نکال دے گا اور ان کے جسموں پر ہمیشہ کے لیے آگ مشتعل رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا تذکرہ ایک اور مقام پر کیا ہے جس میں ان کے اخروی حالات کا نقشہ کھینچا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۟ۙ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ ﴾

(الاعراف: ۵۰۔ ۵۱)

”اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لیے بندش کر دی ہے۔ جنھوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا، اور جن کو دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، سو ہم (بھی) آج کے روز ان کا نام بھول جائیں گے جیسا کہ وہ اس دن کو بھول گئے اور یہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب حساب کتاب ہو جائے گا، اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو دوزخی جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو، تاکہ ہماری تکلیف میں کمی ہو یا کچھ اور ہی دے دو جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا کر رکھا ہے، تو وہ جواب دیں گے کہ آج ان چیزوں کو اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ اور وہ لوگ جنھوں نے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھول جائے گا، جس طرح دنیا میں انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تھا اور وہ چیخ و پکار کریں گے۔ لیکن انھوں نے جس طرح دنیا میں تکذیب کی اور بے رخی کی، اسی طرح اس دن اللہ تعالیٰ بھی ان سے بے رخی فرمائے گا، ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا، ان کے لیے دردناک عذاب اور روح

فرسا سزائیں ہوں گی کہ جب کھانے کو مانگیں گے تو وہ کھانا خاردار گھاس، زقوم درخت جو کہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہوگا، جس سے نہ تو آرام میسر ہوگا نہ بھوک مٹے گی، اور جب پانی مانگیں گے، تو ان کے جسموں کی پیپ، گندا خون اور کھولتا ہوا جسم کو جلا دینے والا پانی ہوگا۔ اس لیے دنیا ان کے لیے ہے جو اس کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ اور اس کی بوقلمونیوں اور دلفریبیوں سے متاثر ہو کر آخرت کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے یہ اخروی ناکامیوں اور دردناک عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے برعکس وہ بندگانِ رب العالمین جو ہمہ وقت اللہ کی رضا جوئی کے لیے کوشاں ہیں، ان کے لیے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں انعامات ہیں۔

(2) دنیا ایک آزمائش:

دنیا انسان کے لیے ایک آزمائش اور امتحان ہے، اور ایسی آزمائش ہے کہ جس سے نجات وہی حاصل کرسکتا ہے جس کے ساتھ اللہ کی نصرت ہو۔ ورنہ ان آزمائشوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اور جب تک انسان کی زندگی ہے، اس وقت تک انسان ان آزمائشوں سے بچ نہیں سکتا اور اس آزمائش میں عام وخاص، اعلیٰ وادنیٰ، امیر وغریب، عالم وجاہل، الغرضیکہ سب انسان شامل ہیں۔ اب ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ یہ آزمائش انسان کو کس کس طریقے سے گھیرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵﴾ (البقرة: ١٥٥)

''اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے بھوک و پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجیے۔''

دنیا کی زندگی انسان کے لیے آزمائش ہے، اور اس آزمائش میں گونا گوں طریقوں سے مبتلا کیا جاتا ہے۔ کبھی بھوک کے ساتھ، کبھی خوف کے ساتھ، کبھی مال میں کمی زیادتی کے ساتھ،

کبھی جانوروں میں کمی زیادتی کے ساتھ، اپنوں اور غیروں، عزیز و اقارب، دوست احباب میں سے کسی کی موت کے ساتھ، اور کبھی پھلوں اور پیداوار میں کمی اور زیادتی کے ساتھ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ انسان کو آزماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس آزمائش سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾﴾ (الانبیاء: ۳۵)

''ہر جان دار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں، اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

موت بھی ایک آزمائش کا وقت ہے، جس سے کوئی بھی اعلیٰ و ادنیٰ، وزیر، بادشاہ، عام و خاص، نبی، ولی غرضیکہ کوئی بھی اس آزمائش سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انسان کو بھلائی برائی سے، سکھ اور دکھ سے، مٹھاس و کڑواہٹ سے اور کشادگی و تنگی سے آزماتا ہے، تاکہ شکر گزار اور ناشکرا، صابر اور نا اُمید کھل کر سامنے آ جائے۔ اسی طرح صحت و بیماری، تونگری و فقیری، سختی و نرمی، حلال و حرام، ہدایت و گمراہی، اطاعت و معصیت، یہ سب آزمائشیں ہیں، پھر اس امتحان و آزمائش میں ہر ایک برابر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝﴾

(العنکبوت: ۲)

''کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انھیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے۔''

اس بات کو مزید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا جا سکتا ہے۔

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾

(البقرة: ١٢٤)

''جب ابراہیم کو ان کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا، تو انھوں نے ان سب کو پورا کر دکھلایا، اللہ تعالیٰ نے کہا: میں تمھیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں، کہا: اور میری اولاد میں سے بھی۔ تو اللہ نے فرمایا: ظالم لوگ میرے اس وعدے میں داخل نہیں ہوں گے۔''

گذشتہ دونوں آیات کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ اس آزمائش سے انبیاء علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا، بیٹے کو ذبح کرنا، اور اللہ کے راستے میں ہجرت کر جانا، اللہ کے راستے میں جانی و مالی مصیبت برداشت کرنا، حتی کہ چاند، ستاروں اور سورج کے ذریعے بھی سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی گئی۔ اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر، ہادیٔ کائنات سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، جس کو سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ .)) ❶

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' دنیا مومن کے لیے قید خانہ، اور کافر کے لیے جنت ہے۔''

مومن آدمی کے لیے اس دنیا میں اس کے ایمان کی پختگی کے مطابق آزمائش آتی ہے اور اس پر صبر کرنا کامیابی ہے، ورنہ ناکامی۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلۡنٰہُ نِعۡمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوۡتِیۡتُہٗ عَلٰی عِلۡمٍ ؕ بَلۡ ہِیَ فِتۡنَةٌ وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۹﴾

(الزمر: ٤٩)

❶ صحيح مسلم، كتاب الزهد، الدنيا سجن المؤمن، رقم: ٧٤١٧.

”انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھے میری دانائی کی وجہ سے عطا کی گئی ہے، بلکہ یہ آزمائش ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔“

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کا ذکر فرمایا ہے کہ جب اس کو کوئی تکلیف پہنچے، کوئی دکھ آئے یا کوئی غم ہو تو اللہ تعالیٰ کو بار بار پکارتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عطا کر دیتا ہے تو کفرانِ نعمت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو میری قابلیت اور تجربہ کاری کی وجہ سے مجھے یہ رتبہ حاصل ہوا ہے، تو اللہ فرماتا ہے کہ ہمیں اس بات کا بھی علم تھا کہ یہ نعمت کے مل جانے کے بعد اس طرح اکڑ جائے گا، لیکن اس کا ظہور کرنے کے لیے ہم نے اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ اور یہ نعمت کا مل جانا بھی ایک آزمائش ہے جس کی وجہ سے سمجھ بوجھ رکھنے والا تو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جاتا ہے۔ اور نافرمان اور اکڑنے والا نافرمانی میں بڑھ جاتا ہے۔ اور اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھ پاتے۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق یہ بھی آزمائش ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾

(ھود: ۷)

”اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا، اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے، اگر آپ ان سے کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد اُٹھا کر کھڑے کیے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے یہ تو نرا جادو ہے۔“

معلوم ہوا کہ اتنے بڑے نظام کا وجود صرف انسان کی آزمائش کے لیے ہے کہ وہ نیکیوں میں بڑھتا ہے یا برائیوں میں، انسان کی آزمائش کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۝۱۳۱ ﴾ (طٰهٰ: ۱۳۱)

”اور نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیاوی زندگی کی اس شان وشوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انھیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے، اور تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔“

اس آیت میں اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ ان کفار کے مال ومنال، ان کی عزتِ ظاہری، قوت اور جائیداد وغیرہ کی طرف مت دیکھئے۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ ہم ان کو اس کے ذریعے سے آزمائیں۔ گویا کہ اللہ کے پیغمبر بھی اس آزمائش سے بری نہیں تھے۔ اور اللہ کے نبی ﷺ پر آزمائشوں کے پہاڑ برسے، دانت مبارک کا شہید ہو جانا، کفار کا آپ کی مخالفت کرنا، شعب ابی طالب میں بھوک کا برداشت کرنا، طائف والوں کا لہولہان کر دینا، بیٹے کا فوت ہو جانا، والدہ ماجدہ اور والد گرامی کا سایۂ شفقت اٹھ جانا، لہٰذا ہمیں غور وفکر سے کام لیتے ہوئے اس آزمائش کو سمجھنا چاہیے، تاکہ ہم فرمانبرداروں میں سے ہوں نہ کہ نافرمانوں میں شامل ہو جائیں۔ اللہ سے دُعا ہے کہ ہمیں دنیا اور آخرت میں صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین!

(3) دنیا مصائب کی گھاٹی:

انسان پر دنیا میں مصائب کیوں آتے ہیں۔ کس وجہ سے آتے ہیں اور انسان کو ان مصائب میں کیا کرنا چاہیے۔ ان تمام مصائب کا حل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت اپنے اس فرمان میں بیان فرمائی ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾

(الشوریٰ: ۳۰)

''تمھیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرمالیتا ہے۔''

دنیا میں انسان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، وہ اس کے اپنے گناہوں کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ جو بھی سختیاں، بلائیں، آفتیں اور بیماریاں آتی ہیں۔ وہ سب اس کی غلطیوں کی وجہ سے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم: ۴۱)

''خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے ان گناہوں کی وجہ سے جو لوگوں نے کیے ہیں، تاکہ ان کو ان کے بعض بداعمالیوں کا مزا چکھائے، شاید کہ وہ (اپنے رب کی طرف) رجوع کریں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں: ''بحر و بر میں سب سے بڑا شر و فساد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بنایا جائے، اس کی شریعت کو بالائے طاق رکھ کر زندگی گزاری جائے، حلال و حرام کی تمیز اُٹھا دی جائے جس کے نتیجے میں لوگوں کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہتی اور ان کے شامت اعمال کے طور پر اللہ تعالیٰ ان پر قحط سالی، مہنگائی، جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کو مسلط کر دیتا ہے، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ شاید ان دنیاوی سزاؤں سے متاثر ہو کر لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے ثابت ہوں، گویا اس میں بھی اللہ کی رحمت ہی مضمر ہوتی ہے۔'' [تیسیر الرحمن: ۲/ ۱۱۴۶-۱۱۴۷]

یہود کی ایک بستی والوں نے بھی بدعہدی اور حیلہ سازی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ ان کی صورتوں کو بندر کی صورت میں بدل دیا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡکُمۡ فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَہُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ ﴿۶۵﴾﴾ (البقرۃ: ٦٥)

''اور یقیناً تمھیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے، اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔''

''اس آیت میں بہت بڑا اسبق اور نصیحت ہے، لیکن ان کے لیے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، تو یہاں بنی اسرائیل کی قوم کا تذکرہ ہے کہ جب ان کو منع کیا گیا کہ اللہ کا حکم ہے کہ ہفتہ کے دن شکار نہیں کرنا تو انھوں نے تاویلاتِ فاسدہ سے اور سرکشی میں بڑھ کر اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کو اتنا زبردست غصہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دنیا میں سزا دے دی، اور ان کو ذلیل ترین بندر بنادیا۔ یہ کس وجہ سے مصیبت ان پر آن پڑی؟ صرف ان کی اپنی غلطی اور کوتاہی کی وجہ سے اور تین دن بعد اس ساری قوم کا جو کہ بندر بن گئی تھی، خاتمہ ہوگیا اور ان کا اس روئے زمین پر وجود بھی باقی نہ رہا۔'' (تفسیر ابن کثیر)

اس نافرمانی اور سرکشی کی بدولت بدترین درجے کے گمراہ بن گئے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۳۴﴾﴾ (الفرقان: ٣٤)

''وہ لوگ بدترین درجہ میں ہیں، اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔''

یہ آیت گذشتہ آیت کی مزید وضاحت کر رہی ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے سبب ان پر پہلی مصیبت یہ آئی کہ بندر اور خنزیر بن گئے۔ اور پھر اللہ نے ان کو راہِ راست سے بھٹکا دیا۔

نافرمان اور سرکش آدمی کو جب تکلیف پہنچتی ہے تو وہ واویلا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر مختلف بہتان بازیاں باندھتا اور کفریہ باتیں کہتا ہے کہ اس مصیبت کے لیے کیا صرف میں ہی رہ گیا تھا؟ کیا اللہ کو اور کوئی دوسرا آدمی نظر نہیں آیا تھا؟ لیکن اس کے برعکس اللہ کی تابعداری کرنے والا، جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ اور اس صبر کا اللہ تعالیٰ اس کو بہتر اجر دیتا ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا حَزَنٍ وَلَا وَصَبٍ ، حَتَّى الْهَمُّ يَهُمُّهُ ، إِلَّا يُكَفِّرُ اللّٰهُ بِهٖ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ .)) ❶

''مومن کو جب بھی کوئی مصیبت، غم یا دُکھ پہنچتا ہے حتیٰ کہ کوئی فکر جو اسے پریشان کرے، اس کے سبب اللہ تعالیٰ مومن کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

مومن آدمی کو جب بھی کوئی تکلیف، غم، فکر، پریشانی اور مصیبت پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ان مصائب کے بدلے معاف کر دیتا ہے۔ اس لیے تکالیف و مصائب میں اللہ کو یاد رکھنا چاہیے، اور یاد رکھنے کا طریقہ کیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَصَابَ أَحَدُكُمْ مُّصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ: اِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ: اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأْجُرْنِي فِيهَا وَابْدِلْنِي مِنْهَا خَيْرًا .)) ❷

جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو اس کو چاہیے کہ وہ یہ کلمات کہے: ((اِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ: اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأْجُرْنِي فِيهَا وَابْدِلْنِي مِنْهَا خَيْرًا .))

''ہم اللہ کے لیے ہیں، اور یقیناً ہم نے اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! میری یہ مصیبت تیری طرف سے ہے، اور تو ہی مجھے اس سے نجات عطا فرما، اور اس مصیبت کے بدلے بہتر بدلہ عطا فرما۔''

---

❶ سنن ترمذي، كتاب الجنائز، باب ماء في ثواب المريض، رقم: ٩٦٦ ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٥٠٣.

❷ سنن ترمذی، ابواب التفسیر، رقم: ٣٣٥١ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

قیامت والے دن وہ لوگ جو دنیاوی مصائب و آلام میں مبتلا رہے، اور اس پر صبر کرتے رہے وہ مزید حرص کریں گے کہ ہمیں دنیا میں اس سے بھی زیادہ مصیبت دی جاتی، تاکہ وہ اجر وثواب میں مزید بڑھ جاتے، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَـوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطٰى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ .)) ❶

"عافیت پانے والے قیامت کے دن مصائب و آلام کا ثواب دیکھ کر خواہش کریں گے؛ کاش! دنیا میں ان کی کھالیں قینچی سے کاٹ دی جاتیں۔"

تو ہر صاحب عقل کو یہ چاہیے کہ ان احادیث کی روشنی میں وہ طریقہ اختیار کرے جو کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور جس میں انسان کی نجات ہے۔ اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَـا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَـمٍّ حَتَّـى الشَّـوْكَةِ يُشَـاكُهَـا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ .)) ❷

"مسلمان کو جب بھی کوئی دکھ، تکلیف، غم، فکر، حتی کہ وہ کانٹا جو کہ اس کو لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔"

اس لیے اگر آخرت میں اجر وثواب کے حریص ہو تو مصائب پر صبر کرو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆............☆............☆

❶ سنن ترمذی، ابواب الزهد، رقم: ٢٤٠٢ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٢٠٦.

❷ صحيح بخاري، كتاب المرضى، رقم: ٥٦٤٢.

باب نمبر 5

دنیاوی مصائب کا حل

عقیدہ توحید مضبوط کرنا:

دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو اعمال انسان اس دنیا کے اندر کرے گا ویسی ہی اس کو جزاء دی جائے گی۔ مثل مشہور ہے:

((اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ .))

''دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔''

بالفاظِ دیگر: جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے

اور جیسا بوؤ گے، ویسا کاٹو گے

یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں انسان کو اس لیے بھیجا گیا ہے تا کہ آخرت کی کامیابی کے لیے کوشش کرے، لہٰذا سب سے پہلے انسان کے کرنے کا کام یہ ہے کہ اس کا عقیدہ توحید پختہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر عقیدہ توحید نہیں تو کچھ بھی نہیں، عقیدۂ توحید کے بغیر اس کے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ عمل کی قبولیت کی شرائط میں سے پہلی شرط عقیدہ توحید ہے۔ اگر آدمی مسلمان ہے، لیکن عقیدہ توحید والا نہیں، شرک کی ملاوٹ ہے تو پھر اس کی زندگی کی تمام نیکیاں، صدقہ و خیرات، نمازیں، نوافل، تہجد پڑھنا، قرآن پڑھنا پڑھانا اور علم سیکھنا سکھانا سب بے کار ہے۔ کیونکہ اسلام نام ہی اصل میں توحید کا ہے۔ جیسا کہ نبی معظم ﷺ کی حدیث سے واضح ہے:

((قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: اَلْإِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكْ بِهٖ شَیْئًا .)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۹۷.

''(سیّدنا جبرائیل علیہ السلام نے) کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔''

سیدنا سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قُلْ لِيْ فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ؟ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ غَيْرَكَ . قَالَ: قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ .)) ❶

''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کے بارہ میں ایک بات بتا دیجیے کہ پھر میں آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو! میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر جم جاؤ۔''

مزید اللہ کے پیارے پیغمبر کی حدیث ہے، جس کو پڑھنے کے بعد دل و دماغ ترو تازہ، اور توحید پرستی کی ترغیب دیتی ہے:

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبِّ! فَيَقُوْلُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لَا يَا رَبِّ! فَيَقُوْلُ: بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً ، فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ ، فَتَخْرُجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، فَيَقُوْلُ: احْضُرْ وَزْنَكَ ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلَّاتِ؟

❶ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب جامع اوصاف الاسلام، رقم: ١٥٩.

فَقَالَ: إِنَّكَ لا تُظْلَمُ ، قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِی كَفَّةٍ ، وَالْبِطَاقَةُ فِی كَفَّةٍ فَطَاشَتْ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتْ الْبِطَاقَةُ ، فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَیْءٌ .)) ❶

''سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ساری مخلوق کے سامنے (حساب کتاب کے لیے) الگ کرے گا۔ اس شخص کے (اعمال کے) ننانوے رجسٹر اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ ان میں سے ہر رجسٹر تاحد نگاہ طویل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا: کیا تم اپنے ان گناہوں سے انکار کرتے ہو؟ کہیں میرے فرشتوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ بندہ عرض کرے گا: نہیں، یا رب! پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اچھا ٹھہرو! ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی ہے۔ آج تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں ((أَشْهَدُ أَنْ لا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ .)) لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنے وزن کے لیے چلا جا۔ بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! ان ننانوے رجسٹروں کے مقابلے میں اس کاغذ کے ٹکڑے سے کیا بنے گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد اس کے سارے (گناہ کے) رجسٹر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا۔ (گناہوں کے) ننانوے رجسٹر ہلکے ہوجائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا بھاری ہوجائے گا، اور اللہ تعالیٰ کے نام سے بھاری واقعی کوئی چیز نہیں۔''

❶ سنن ترمذي، كتاب الايمان، رقم: ٢٦٣٩ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

اندازہ لگائیے! اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کا داخلہ نصیب فرمادے۔ لیکن یہ معاملہ ایسے آدمی کا ہے جو موحد ہے، توحید کا ماننے والا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں غیر موحد لوگوں کے لیے بہت اچھا سبق ہے کہ وہ توحید کا اقرار کرلیں، اور اللہ کی الوہیت، ربوبیت اور اس کی دیگر صفات میں شرک چھوڑ دیں، کیونکہ یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کی وجہ سے انسان دائمی طور پر جہنمی ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾﴾ (النساء: ١١٦)

''اسے اللہ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے صاف فرمادیتا ہے۔ اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

تو مشرک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کہا ہے، اور واضح کردیا ہے کہ مشرک کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں کرے گا۔ باقی دنیا کا ہر ایک گناہ معاف ہوسکتا ہے لیکن کفر و شرک سے جب تک توبہ نہ کی جائے اس وقت تک دنیا میں یہ معاف نہیں ہوسکتا، لیکن مرنے کے بعد توبہ کا تصور ہی نہیں ہے، اور مشرک آدمی پر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے جنت حرام کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾﴾ (المائدة: ٧٢)

''جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ مشرک پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے، جس آدمی نے شرک نہ کیا ہوگا اور اس کے علاوہ جتنے بھی گناہ کیے ہوئے ہوں گے، ان کی

سزا پوری ہونے کے بعد بالآخر وہ جنت میں چلا جائے گا، لیکن مشرک نہیں جائے گا۔

دیکھیں نبی کریم ﷺ کی زبانی کفارِ مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگ زمین میں گھوم کر ان قوموں کا انجام اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھ لیتے جو تمہاری طرح مشرکین تھے، اور اپنے انبیاء کی دعوت توحید کا انکار کر دیا تھا، تو اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا تھا، اور ان کی بستیوں کے کھنڈرات اب تک ان کی ذلت و رسوائی کی گواہی دے رہے ہیں:

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُم مُّشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِن فَضْلِهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾﴾

(الروم: ٤٢ تا ٤٥)

''اے میرے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ زمین میں چلو اور جا کر دیکھو کہ تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں، ان کا کیا انجام ہوا، اُن میں سے اکثر لوگ مشرک تھے۔ پس اے نبی! آپ درست دین (دین اسلام) پر قائم ہو جایئے، اُس دن کے آنے سے پہلے جسے اللہ کی طرف سے کوئی ٹال نہیں سکتا ہے، جس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے، جو آدمی کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر آئے گا، اور جو لوگ نیک عمل کریں گے وہ اپنے ہی لیے بھلائی کی راہ ہموار کریں گے۔ تا کہ اللہ ایمان اور عمل صالح والوں کو اپنے فضل سے اچھا بدلہ دے، وہ یقیناً کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں: ''کفر و شرک کی تباہ کاریوں کے بیان کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی راہِ نجات یعنی دین اسلام کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، اور

انہیں نصیحت کی گئی ہے کہ دنیا وآخرت کی بربادیوں سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ اسلام کو دین وشریعت کی حیثیت سے قبول کرلیں اور اپنی زندگی میں اس کے احکام کو جاری وساری کر لیں، اس روزِ قیامت کے آنے سے پہلے جب فرصت عمل ختم ہو جائے گی ، اور لوگ دو جماعتوں میں بٹ جائیں گے، ایک جماعت جنت میں بھیج دی جائے گی اور دوسری جہنم کے شعلوں کے حوالے کردی جائے گی ،جیسا کہ اسی سورت کی آیت (۱۴) میں آیا ہے:﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةِ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ ’’جس دن وہ ساعت برپا ہوگی ، اس دن سب انسان گروہوں میں بٹ جائیں گے۔‘‘

یہ دنیا دارالعمل ہے، یہاں انسان کو اس لیے بھیجا گیا ہے تا کہ آخرت کی کامیابی کے لیے کوشش کرے ،تو جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرے گا، قیامت کے دن اُسے اپنے کفر کا مزا چکھنا ہوگا، اس لیے کہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔اور جولوگ نیک عمل کریں گے وہ اپنے لیے جنت میں گھر بنائیں گے، تا کہ قیامت کے دن اللہ انہیں اپنے فضل وکرم سے وہاں بھیج کر ان کے ایمان وعمل صالح کا اچھا بدلہ دے۔‘‘ [تیسیر الرحمن: ۱۱۴۷/۲]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر، محسن انسانیت، سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَةٍ مِنَ الْإِيْمَان .)) ❶

’’جس آدمی کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا۔‘‘

’’ابوسعید خدری فرماتے ہیں: جس کو شک گزرے تو وہ قرآنِ مجید کی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرلے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ٤٠)

❶ سنن ترمذی، باب ماجاء ان للنار نفسين، رقم: ٢٥٩٨۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

''بے شک اللہ ایک ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ، اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے ، تو اُسے کئی گنا بڑھاتا ہے ، اور اپنے پاس سے اجرِعظیم عطا کرتا ہے ۔''

لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا ، آخرت میں ان کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی ۔'' ❶

ایمان تو توحید ہی کی بناء پر ہوتا ہے لہٰذا اندازہ لگائیے کہ شرک کس قدر بڑا گناہ ہے ۔ اللہ کے پیغمبر کی ایک اور حدیث اس کی وضاحت فرما رہی ہے ۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ التَّوْحِيْدِ فِي النَّارِ حَتَّى يَكُوْنُوْا فِيْهَا حُمَمًا ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ الرَّحْمَةُ فَيُخْرَجُوْنَ وَيُطْرَحُوْنَ عَلٰى اَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، قَالَ فَيُرَشُّ عَلَيْهِمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْغُثَاءُ فِي حُمَالَةِ السَّيْلِ ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ .)) ❷

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اہل توحید میں سے لوگوں کو سزا دی جائے گی حتی کہ وہ جل کر کوئلہ بن جائیں گے تو اللہ کی رحمت خاص ان پر آئے گی ۔ وہ جہنم سے نکال کر جنت کے دروازے پر لائے جائیں گے ، پھر جنت والے ان پر پانی چھینکیں گے ، تو وہ اس انگوری کی طرح اُگ پڑیں گے کہ جو سیلابی پانی میں اُگتی ہے ، پھر وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے ۔''

توحید پرست ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ توحید پرست گناہ نہیں کرتا ، یا اگر گناہ کرتا ہے تو اس پر باز پرس نہ ہوگی ، بلکہ اگر گناہ گار ہے تو اپنے گناہوں کے مطابق سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا ۔ تو ایسے ہی توحید پرست لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: ٣٠٢.

❷ سنن ترمذي، باب ايضًا، رقم: ٢٥٩٧ - سلسلة الصحيحة، رقم: ٢٤٥١.

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾﴾ (الاحقاف : ۱۳)

"بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پالنہار اللہ ہے، پھر اس پر جمے رہے تو ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

تو دنیا میں سب سے پہلا کام جو کہ انسان کو کرنا چاہیے وہ عقیدہ کی اصلاح یعنی توحید پرست ہونا ہے۔ اگر عقیدہ توحید کا ہے تو پھر آخرت میں کامیابی ہے، ورنہ جہنم ایسے لوگوں کا انتظار کر رہی ہے جن کا عقیدہ قرآن وسنت اور فہم وعمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منہج کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو عقیدۂ توحید عطا فرمائے۔ آمین!

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسک:

دنیاوی مصائب اور فتنوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تمسك بالسنة النبوية الصحيحة بھی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِيْ اِخْتِلَافًا شَدِيْدًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَا الْمُحْدَثَاتِ ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .)) [1]

"میرے بعد عنقریب تم سخت قسم کے اختلافات کا سامنا کرو گے، پس ان حالات میں تم میری سنت کو، اور میرے خلفائے راشدین جو کہ ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو لازم پکڑو۔ بلکہ اپنی داڑھوں سے اسے مضبوط کر کے پکڑ لینا، اور بدعات سے بچنا، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔"

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں خیر ہے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہر خطبہ میں یہ بات ارشاد

---

[1] سنن ابن ماجه ، المقدمة ، رقم: ٤٢۔ سنن ترمذی ، رقم: ٢٦٧٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

فرمایا کرتے تھے:

((أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْأُمُوْرِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ .)) ❶

''اما بعد! یقیناً بہترین اور خیر کے اُمور میں سے اللہ کی کتاب ہے، اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور سنت کارِ خیر ہے۔''

تقویٰ اختیار کرنا:

تقویٰ یعنی اللہ کا ڈر، یہ ایک ایسا عمل ہے کہ آج تک جس انسان نے بھی اس عمل کو اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں اور کامرانیوں سے نوازا ہے، کیونکہ انسان کو نجات دلانے والی چیز نیک اعمال ہیں، اور نیک اعمال تقویٰ ہی کی بناء پر انسان کرسکتا ہے۔ اور تقویٰ کی وجہ سے ہی انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں سمجھتے ہیں کہ تقویٰ کیا ہے؟ اور اس کے ثمرات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں تقویٰ اور اس کے ثمرات کچھ اس طرح بیان فرمائے ہیں:

﴿فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۵﴾

(الاعراف : ۳۵)

''تو جو کوئی تقویٰ (خوف الٰہی) کی راہ اختیار کرے گا، اور عمل صالح کرے گا، اسے نہ مستقبل کا کوئی ڈر ہے، اور نہ ماضی کا کوئی غم۔''

تقویٰ کیا ہے؟ چنانچہ

((هِيَ اِمْتِثَالُ اَوَامِرِهٖ تَعَالٰى ، وَاجْتِنَابُ نَوَاهِيْهِ بِفِعْلِ كُلِّ مَاْمُوْرٍ بِهٖ تَرْكُ كُلِّ مَنْهِيٍّ عَنْهُ حَسْبَ الطَّاقَةِ .)) ❷

---

❶ سنن ابن ماجة، المقدمة ، رقم: ٤٥ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ فتح القدير، للشوكاني : ٢/ ٨٣٩.

"تقویٰ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرماں برداری کرنے اور اس کے منع کیے ہوئے کاموں سے حسبِ طاقت اجتناب کرنے کا نام ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے متعلق اپنی مخلوق کو حکم دیا کہ:

﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾﴾ (الشعراء: ١٨٤)

"اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔"

اللہ کے نبی ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تقویٰ کی وصیت فرما رہے ہیں:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّي أُرِيْدُ اَنْ أُسَافِرَ فَأَوْصِنِيْ. قَالَ: عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ، فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَطْوِلَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ.)) ❶

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں سفر پر جانا چاہتا ہوں تو آپ مجھے وصیت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ڈر کو لازم پکڑ، اور بلندی پر چڑھتے ہوئے "اللہ اکبر" کہو۔ جب وہ آدمی جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے سفر کی دوری کو لپیٹ دے (کم کر دے) اور امن کے سفر کو اس پر آسان کر دے۔"

اللہ کے نبی ﷺ نے سب سے پہلے اللہ سے ڈرنے کی وصیت فرمائی ہے۔ کیونکہ اللہ کا ڈر انسان کو دنیاوی ضلالتوں سے نکال کر اخروی عزتوں کا راہی بنا دیتا ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی محسن ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ، وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.)) ❷

---

❶ سنن ترمذي، كتاب الدعوات، رقم: ٣٤٤٥۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "حسن" کہا ہے۔

❷ سنن ترمذي، كتاب البر والصلة، رقم: ١٩٨٧۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "حسن" قرار دیا ہے۔

''تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ سے ڈر کر رہو، اور برائی کے پیچھے نیکی کرو، تیری نیکی اس گناہ کو ختم کر دے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ۔''

اس حدیث میں بھی اللہ کے نبی ﷺ تقویٰ کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو، اکیلا ہو یا لوگوں میں ہو، سفر میں ہو یا حضر میں، ہر جگہ اللہ سے ڈر کر رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ۝﴾

(البقرة : ۱۹۷)

''اور زادِ راہ (سفر کا خرچ) لے لیا کرو، بے شک سب سے اچھا زادِ راہ سوال سے بچنا ہے، اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔''

''اہل یمن جب حج کے لیے آتے تو اپنے ساتھ زادِ راہ نہ لاتے، اور کہتے کہ ہم نے اللہ پر توکل کیا ہوا ہے، اور جب مکہ پہنچتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، کہ تم لوگ جب حج کے لیے نکلو تو اپنا زادِ راہ لے کر چلو تاکہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عقل وخرد والو! میرے عتاب و عذاب سے ڈرو، اور میرے اوامر و نواہی کی مخالفت نہ کرو۔'' [تیسیر الرحمن: ۱/۱۰۹،۱۱۰]

اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے جب زادِ راہ لے کر چلنے کی نصیحت کی، تو تقویٰ کا حکم دیا۔ اور بتقاضائے بشریت اگر کوئی غلطی اور خطا ہو بھی جائے تو فوراً نیکی کرو، اللہ اس نیکی کے بدلے گناہ کو ختم فرما دیتا ہے، اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک بھی نیکی ہے۔ اور یہ تقویٰ (اللہ کا ڈر) ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے انسان جنت کا مہمان بن جاتا ہے، اور اللہ کا محبوب ترین انسان بن جاتا ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ ، الْغَنِيَّ ، الْخَفِيَّ .)) ❶

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزھد، رقم: ۲۹٦۵.

''بے شک اللہ تعالیٰ متقی، مال دار جو پوشیدہ مال خرچ کرتا ہے۔ جیسے بندوں سے محبت کرتا ہے۔''

اللہ کے نبی ﷺ اللہ سے تقویٰ کی دعا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُكَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی ، والْعَفَافَ وَالْغِنٰی .)) ❶

''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا، تقویٰ (پرہیزگاری) کا اور غنی ہونے کا سوال کرتا ہوں۔''

تقویٰ دل میں ہوتا ہے، زبان کے ساتھ اقرار کرنے سے آدمی متقی نہیں بنتا، بلکہ جب تک دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا نہ ہو جائے۔ آدمی متقی نہیں بنتا۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا [وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَـلَاثَ مَرَّاتٍ] .)) ❷

''تقویٰ انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے تین مرتبہ اپنے دل کی طرف اشارہ فرمایا۔''

تو معلوم ہوا کہ کسی انسان کے ظاہری حلیہ کو دیکھ کر، اس کی صوفیانہ رنگت ولباس کو دیکھ کر، اس کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر، اس کے ظاہری کردار کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا کہ یہ بہت نیکو کار اور پرہیزگار ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ اصل تقویٰ، اللہ کا خوف، دل میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی کے ظاہری برے اعمال کو دیکھ کر اسے حقیر نہیں جاننا چاہیے، کیونکہ دل کے حالات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی وصف محمود ہو، جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی بات کی مزید وضاحت سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ۲۷۲۱.

❷ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵٦٤.

((اِنَّ اللّٰہَ لا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَأَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَأَعْمَالِکُمْ .)) ❶

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں پر ثواب نہیں دیتا، بلکہ تمہارے دلوں میں جو نیکی کی نیت ہے، اس کو دیکھ کر جزاء اور ثواب دیتا ہے۔"

تقویٰ دل میں ہوتا ہے، اگر دل میں تقویٰ، اور اللہ کا ڈر نہیں تو ہم کبھی بھی گناہ سے نہیں بچ سکتے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارکہ سے واضح ہے۔

((عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِی ظِلِّهِ یَوْمَ لا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: اَلإِمَامُ الْعَادِلُ . وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ . وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ . وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ . وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّی أَخَافُ اللّٰهَ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ یَمِینُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ . وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ .)) ❷

"قیامت والے دن اللہ سات آدمیوں کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا، جس دن کوئی سایہ نہیں ہوگا، صرف اللہ کے عرش کا سایہ ہوگا، عادل حکمران۔ وہ نوجوان جو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ٢٥٦٤.

❷ صحیح مسلم، کتاب الزكوٰة، رقم: ١٠٣١.

اٹکا ہوا ہے۔ اور وہ دو آدمی جو کہ اللہ کی رضا کے لیے آپس میں ملتے ہیں، اور اللہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ اور وہ آدمی جسے کوئی حسب ونسب والی حسین عورت برائی کی دعوت دے اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور وہ آدمی جو کہ چھپا کر صدقہ کرے۔ حتی کہ اس کے دائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور وہ آدمی جو کہ علیحدگی میں اللہ کو یاد کرتا ہے، تو اس کی آنکھوں میں اللہ کے ڈر سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔‘‘

اس حدیث مبارکہ میں ہمارا محل استشہاد دو مقام ہیں ایک وہ آدمی جس کو کوئی حسین و جمیل عورت دعوتِ گناہ دیتی ہے۔ تو وہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے انکار کر دیتا ہے کہ میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ اور دوسرا وہ آدمی جو کہ اللہ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے اور اللہ کے ڈر کی وجہ سے رو پڑتا ہے کہ اے اللہ! ہم گنہگار ہیں! ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ تیرے غضب و غصے کا مقابلہ کرسکیں، ہمیں معاف فرما۔ تو دیکھئے! اب یہ دونوں کام وہی آدمی کرسکتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہے، ورنہ جو اللہ کا نافرمان اور سرکش ہے، وہ یہ کام نہیں کرسکتا۔

اللہ کے پیغمبر ﷺ اللہ کا خوف رکھنے والے انسانوں کا تذکرہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

((أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا فِيمَنْ سَلَفَ أَوْ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، قَالَ ـ كَلِمَةً: يَـعْنِى ـ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَوَلَدًا ، فَلَمَّا حَضَرَتِ الْوَفَاةُ قَالَ لِبَنِيهِ: أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ؟ قَالُوا خَيرَ أَبٍ ، قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ ـ أَوْ لَمْ يَبْتَئِزْ ـ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرًا وَإِنْ يَقْدِرِ اللّٰهُ عَلَيْهِ يُعَذِّبْهُ ، فَانْظُرُوا إِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِى حَتَّى إِذَا صِرْتُ فَحْمًا فَاسْحَقُونِى ـ أَوْ قَالَ: فَاسْحَكُونِىْ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ رِيحٍ عَاصِفٍ فَأَذْرُونِى فِيهَا فَقَالَ نَبِىُّ اللّٰهِ ﷺ: فَأَخَذَ مَوَاثِيقَهُمْ عَلَى ذٰلِكَ وَرَبِّى فَفَعَلُوا ثُمَّ أَذْرَوْهُ فِى

يَـوْمٍ عَاصِفٍ ، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :كُنْ فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ قَائِمٌ قَالَ اللّٰـهُ أَيْ عَبْدِي مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ قَالَ مَخَافَتُكَ أَوْ فَرَقٌ مِنْكَ ـقَالَ: فَمَا تَلَافَاهُ أَنْ رَحِمَهُ عِنْدَهَا ، وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى ، فَمَا تَلَافَاهُ غَيْرُهَا .)) ❶

’’نبی کریم ﷺ نے پچھلی اُمتوں میں سے ایک شخص کا ذکر کیا۔ اس کے متعلق آپ نے ایک کلمہ فرمایا: یعنی اللہ نے اسے مال واولاد سب کچھ دیا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے پوچھا کہ میں تمہارے لیے کیسا باپ ثابت ہوا، انھوں نے کہا کہ بہترین باپ ،اس پر اس نے کہا کہ لیکن تمہارے باپ نے اللہ کے ہاں کوئی نیکی نہیں بھیجی اور اگر کہیں اللہ نے مجھے پکڑلیا تو سخت عذاب دے گا تو دیکھو جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں تک کہ جب میں کوئلہ ہوجاؤں تو اسے خوب پیس لینا اور جس دن تیز آندھی آئے، اس میں میری یہ راکھ اُڑا دینا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس پر اس نے اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا۔ اور اللہ کی قسم کہ ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ اُسے جلا کر راکھ کر ڈالا، پھر انھوں نے اس کی راکھ کو تیز ہوا کے دن اڑا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کُنْ کا لفظ فرمایا کہ ہوجا،تو وہ فوراً ایک مرد بن گیا، جو کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو نے یہ کام کرایا۔ اس نے کہا: تیرے خوف نے ،بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی، بلکہ اس پر رحم فرمایا۔‘‘

اوراسی طرح جو لوگ اللہ سے ڈر کر گناہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے انعام تیار کر رکھے ہیں۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

❶ صحيح بخاري، كتاب التوحيد، رقم: ٧٥٠٨.

﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۥ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ۝۲۰ ﴾

(الزمر: ۲۰)

''ہاں وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر بھی بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''

ایسے لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، ان کے لیے جنت ہے، اور جنت میں بلند و بالا، عالی شان اور کئی منزلوں پر مشتمل محل ہوں گے، جن کے نیچے نہریں ہوں گی۔ اور اس تقویٰ کی بناء پر اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے دشمنوں سے محفوظ کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۱۲۰ ﴾ (آل عمران: ۱۲۰)

''اور اگر تم صبر کرو گے، اور اللہ سے ڈرتے رہو گے تو ان کا مکر وفریب تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ بے شک اللہ ان کے کرتوتوں کا اچھی طرح احاطہ کرنے والا ہے۔''

مسلمانوں کو اللہ کی آزمائش پر صبر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اور تقویٰ و بندگی کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ اگر مسلمان ایسا کریں گے تو ان کے دشمنوں کا مکر وفریب، ان کی دھوکہ بازی مسلمانوں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اس لیے جو اللہ سے ڈرتا ہے: اس پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کے مقاصد میں کامیاب کرتا ہے۔ اور اگر آج بھی ہمارے مسلمان بھائی اس نسخہ کو استعمال کریں۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں تو کامیابی ان کے قدم چومے گی، اور عزت وسیادت ان کے سر کا تاج ہوگی۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲﴾ (الطلاق : ۲)

''اور جو اللہ سے ڈر گیا، اللہ اس کے لیے تنگی و تکلیف سے نکلنے کا راستہ میسر کرتا ہے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: ((جَاءَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِيْ اَسَرَهُ الْعَدُوُّ وَجَزَعَتْ أُمُّهُ، فَمَا تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: آمُرُكَ وَاِيَّاهَا اَنْ تَسْتَكْثِرَا مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ نِعْمَ مَا اَمَرَكَ. فَجَعَلَا يُكَثِّرَانِ مِنْهَا: فَتَغَفَّلَ عَنْهُ الْعَدُوُّ، فَاسْتَاقَ غَنَمَهُمْ، فَجَاءَ بِهَا اِلٰی اَبِيْهِ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾.))

سیّدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! میرے بیٹے کو دشمن قیدی بنا کر لے گئے ہیں اور اس کی ماں اس کے غم میں بہت زیادہ غمگین ہے۔ تو آپ کا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم دونوں '' لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ '' اس کو کثرت کے ساتھ پڑھو۔ تو اس نے اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے تجھے بہت اچھا حکم دیا ہے۔ پس وہ دونوں کثرت کے ساتھ ان الفاظ کو پڑھتے رہے، حتی کہ دشمن کی قید سے ان کا بیٹا رہا ہوگیا، اور اپنے ساتھ دشمنوں کے جانوروں کے ریوڑ کو بھی اپنے باپ کے پاس لے آیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔''

معلوم ہوا جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے، اس کے اس ڈرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو آسان کر دیتا ہے، اللہ اسے اپنی مدد اور نصرت سے نوازتا ہے، دنیاوی و اُخروی

عذاب سے نجات عطا کرتا ہے، سچائی کی توفیق دیتا ہے، اپنی معیت کی خوشخبری دیتا ہے، غموں، دکھوں اور پریشانیوں سے نجات دیتا ہے، جنت کی بشارت دیتا ہے، مغفرت کا وعدہ کرتا ہے اور ہر ڈرنے والے (متقی) کو ساری مخلوق سے فوقیت دیتا ہے اور اپنے ہاں بھی عزت عنایت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾﴾

(الحجرات: ۱۳)

''بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ یقیناً اللہ کی ذات ہر بات کو جاننے والی ہے اور ہر بات سے باخبر ہے۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کا خوف، انسان کو پستی سے اُٹھا کر بلندی پر، مصیبت سے نکال کر سہولت پر، تنگی سے نکال کر کشادگی پر، رزق کی کمی کو ختم کر کے کثرت پر اور دنیا میں سے ہر شخص پر افضلیت اور فوقیت کے مقام پر پہنچا دیتا ہے، اور آخرت میں نجات کا پروانہ عطا کرتا ہے۔

اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچانے کی تدبیر:

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر فرض کر دیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ سے بچائیں۔ خود بھی نیک عمل کریں اور اہل وعیال سے بھی نیک عمل کروائیں۔ ایمان والوں کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ خود صالح بن جائیں اور اہل وعیال کی فکر نہ کریں، وہ جو کچھ چاہے کرتے رہیں، اور ایمان والوں کو ان کی بداعمالی کی پرواہ نہ ہو۔ اگر ایمان والے اپنے آپ کو صالح بنا کر ایک فرض سے سبکدوش ہو جائیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ بلکہ اہل وعیال کی اصلاح وتربیت بھی ان کے ذمہ ہے۔ جس طرح خود جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے کوشش کرتے ہیں، نیک اعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح ان پر اپنے اہل وعیال کی بھی اصلاح ضروری ہے، ورنہ اصلاح نہ کرنے کی باز پرس ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾ (التحریم : ٦)

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں، جو بڑے تند خو اور سخت مزاج ہیں اللہ جو بھی ان کو حکم دے، وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں، نافرمانی نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ملتا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اس کی وضاحت فرمادی گئی ہے کہ جہاں اپنے آپ کو آگ سے بچانے کے لیے نیک اعمال کرنے ہیں، وہاں اپنے اہل وعیال کو بھی بچانے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے حکمرانی دی ہے، اور بیوی، بچے اس کے ماتحت ہوتے ہیں، تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا کہ پہلے اپنے آپ کو بچانے کے لیے کوشش کرو اور پھر اپنے اہل وعیال یعنی اپنے بیوی، بچوں اور رشتے داروں کو بھی بچانے کی کوشش کرو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اَلا كُلُّكُمْ رَاعٍ ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى اَهْلِ بَيْتِهٖ ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ ، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ .)) [1]

”خبردار ہو جاؤ، تم میں سے ہر شخص حکمران ہے اور تم میں ہر شخص سے اس کی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارة، رقم: ٤٧٢٤.

رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ امام جولوگوں پر حکمران ہوتا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں پر حکمران ہوتا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد پر حکمران ہوتی ہے اور اس سے ان کی متعلق باز پرس ہوگی۔ اور آدمی کا غلام اپنے آقا کے مال پر حکمران ہوتا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ الغرض تم میں سے ہر شخص حکمران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

لٰہذا معلوم ہوا کہ جہاں اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، وہاں اپنے بیوی بچوں کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر ہم خود نماز پڑھتے ہیں تو اپنی بیوی بچوں کو بھی اس کا حکم دیں، اگر خود نفل ونوافل پڑھتے ہیں، تلاوتِ قرآنِ مجید کرتے ہیں تو اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی ترغیب دیں اور انھیں حکماً کہیں۔ اور گھر میں ایسا ماحول پیدا کریں کہ گھر والوں کا تزکیہ نفس ہوتا رہے۔ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا:

((مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ .)) [1]

''جب تمہاری اولاد سات سال کی ہوجائے تو اسے نماز کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کی ہوجائے تو نماز (نہ پڑھنے) پر اسے مارو اور علیحدہ بستر پر سلاؤ۔''

اور سختی بھی ایسی کرنی ہے، جس طرح کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے کرنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ .)) [2]

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ رقم: ٤٩٥۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب اللباس، رقم: ٥٥٥٠.

''رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔''

ایسے ہی نبی مکرم ﷺ اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچنے کی ترغیب دلا رہے ہیں، اور اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اس لیے اپنے لیے نیک اعمال کرلوحتی کہ اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا کہ اے بیٹی! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ جیسا کہ نبی ﷺ سے منقول درج ذیل حدیث ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (الشعرا: ٢١٤) دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قُرَيْشًا، فَاجْتَمَعُوا، فَعَمَّ وَخَصَّ. فَقَالَ: يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَا بَنِي مُرَّةَ بنِ كَعْبٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَا بَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا.)) [1]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ تو رسول اللہ ﷺ قریش والوں کو جمع کر کے، فرمانے لگے: اے بنی کعب بن لوی! اپنے نفسوں کو آگ سے بچالو۔ اے بنی مرۃ بن کعب! اپنے نفسوں کو آگ سے بچالو۔ اے بنی عبد شمس! اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے بنی عبد مناف! اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے بنی ہاشم! اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ اے فاطمہ! اپنی جان کو جہنم کی

[1] صحيح مسلم، باب وانذر عشيرتك الاقربين، رقم: ٢٠٤.

آگ سے بچالو۔ میں اللہ کے ہاں تمھیں کسی چیز سے نہیں بچا سکتا۔''

اندازہ لگائیے کہ سب قریش والوں کو اکٹھا کیا، پھر ہر قبیلے کا نام لے کر فرداً فرداً اعلان کیا اور آخر میں اپنی بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی کہہ دیا۔ تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ پیغمبر کے اہل میں سے بھی اس وقت تک کوئی نجات نہیں پا سکتا، جب تک کہ وہ خود بھی نیک اعمال نہ کرے۔

تو جو لوگ دوسروں کو گارنٹی دیتے ہیں کہ جو چاہو سو کرو، جو چاہو سو کھاؤ، جو چاہو سو پیؤ۔ حلال کھاؤ، حرام کھاؤ، نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، تو پھر ایسے لوگوں کو اللہ کے پیغمبر کی یہ حدیث پڑھ کر اصلاح کرنی چاہیے۔ ایک حدیث میں سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((یَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلِيْنِىْ مَا شِئْتِ لَا أَغْنِىْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .)) [1]

''اے میری بیٹی! دنیا کے مال سے جو میرے پاس ہے جو مانگنا چاہتی ہے، مانگ لے لیکن مَیں اللہ کے دربار میں تجھ کو نہیں بچا سکوں گا۔''

اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ نیک اعمال میں بڑھ چڑھ کر کوشش کرے، اور ہر طرح کی بڑائی سے خواہ مالی ہو یا بدنی، زبان سے ہونے والی ہو یا ہاتھ سے ہونے والی، کسی کے حق میں ہو یا اپنے حق میں اس سے بچنا چاہیے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث مبارکہ میں اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذَا أَتَانِىْ رَجُلَان فَأَخَذَ بِضَبْعِىْ فَأْتَيَابِىْ جَبَلًا وَعْرًا فَقَالَ: اِصْعَدْ . فَقُلْتُ اِنِّىْ لَا اُطِيْقُ فَقَالَا: اِنَّا سَنُسْهِلُهٗ لَكَ فَصَعِدْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِىْ سَوَاءِ الْجَبَلِ اِذَا بِاَصْوَاتٍ شَدِيْدَةٍ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٥٤.

قُلْتُ، مَا هٰذِهِ الْاَصْوَاتُ ؟ قَالُوْا هٰذَا عُوَاءُ اَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ اِنْطَلَقَ بِیْ فَاِذَا اَنَا بِقَوْمٍ مُعَلَّقِیْنَ بِعَرَاقِیْبِهِمْ مُشَقَّقَةٍ اَشْدَاقُهُمْ تَسِیْلُ اَشْدَاقُهُمْ دَمًا، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ فَقَالَ:نَفرٍ ثُمَّ انْطَلَقَابِی اَشَدَّ شَیْءٍ اِنیِتِفَاخًا وَاَنْتَنُهُ رِیْحًا وَاَسْوَأُهُ مَنْظَرًا فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ اَلْبَانَّهُنَّ، الزَّانُوْنَ وَالزَّوَانِیْ ، ثُمَّ اِنْطَلَقَ بِیْ فَاِذَا اَنَا بِنِسَآءٍ تَنْهُشُ ثَدِیَهُنَّ الْحَیَّاتُ قُلْتُ مَا بَالُ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ یَمْنَعْنَ اَوْلَادَهُنَّ اَلْبَانَّهُنَّ ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ فَاِذَا اَنَا بِغِلْمَان یَلْعَبُوْنَ بَیْنَ نَصْرَیْنِ. قُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ ذَرَارِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ شَرَفَ لِیْ شَرَفَ فَاِذَا اَنَا بِثَلَا یَشْرَبُوْنَ مِنْ خَمْرٍ لَّهُمْ. قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰؤُلَاءِ جَعْفَرٌ وَزَیْدٌ وَابْنُ رَوَاحَةَ ثُمَّ شَرَفَنِیْ شَرْفًا اٰخَرَ فَاِذَا اَنَا بِنَفَرٍ ثَلَاثَةٍ قُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: هٰذَا اِبْرَاهِیْمُ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی علیہ السلام وَهُمْ یَنْظُرُوْنَكَ.)) ❶

''اس حال میں کہ میں سو رہا تھا میرے پاس دو آدمی آئے۔ انھوں نے میرے بازو کو پکڑا، پھر مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ کے پاس لے گئے۔ انھوں نے مجھ سے کہا: چڑھیے۔ میں نے کہا: میں اس پر نہیں چڑھ سکتا۔ انھوں نے کہا: ہم اس کو آپ کے لیے آسان کردیں گے۔ میں پہاڑ پر چڑھا حتی کہ جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو مجھے شدید آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ دوزخیوں کا شور وغل ہے۔ (وہ درد وکرب سے چیخ رہے ہیں) پھر وہ مجھے آگے لے گئے۔ میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں کچھ لوگ ایڑیوں کے بل

❶ مستدرك حاكم، رقم: ٢٨٩١۔ ابن خزیمہ، رقم: ۱۹۸۶، نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔

لٹکے ہوئے تھے، ان کے جبڑے چیرے جا رہے تھے، جبڑوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے کھول لیا کرتے تھے۔ پھر میں آگے چلا تو میں ایسے لوگوں پر پہنچا جو بہت پھولے ہوئے تھے، اور جن کے (جسموں) سے بہت بدبو آ رہی تھی، اور جن کا منظر بہت ہی برا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ کفار کے مقتولین ہیں۔ اور پھر وہ مجھے آگے لے چلے اور چلتے چلتے میں ایسے لوگوں پر پہنچا جو بہت پھولے ہوئے تھے، اور ان کے جسموں سے بدبو آ رہی تھی گویا کہ ان کی بدبو پاخانوں کی بدبو تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔ پھر وہ مجھے آگے لے کر چلے۔ چلتے چلتے میں ایسی عورتوں پر پہنچا جن کے پستانوں کو سانپ نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ عورتیں کون ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو اپنے دودھ سے روکتی تھیں (ان کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں) پھر وہ آگے چلے۔ چلتے چلتے میں چند لڑکوں کے پاس پہنچا جو دو دریاؤں کے درمیان کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ مؤمنین کے بچے ہیں۔ پھر میں ایک اور بلند مقام پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تین آدمی اپنی شراب پی رہے ہیں۔ میں نے کہا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ پھر انھوں نے مجھے ایک بلند مقام پر چڑھایا۔ میں نے وہاں تین آدمیوں کو دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں، اور وہ (تینوں) مجھے دیکھ رہے تھے۔''

ہر صاحبِ شعور آدمی کا فرض ہے کہ ان آیات اور احادیثِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھ کر اپنی اور

اپنے اہل وعیال کی اصلاح کرے، تا کہ اسے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہو۔ اس حدیث مبارکہ کی رُو سے ہر لحاظ سے انسان کی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ مرد ہو یا عورت، عام ہو یا خاص ہر ایک کو چاہیے کہ گناہوں سے خود بھی بچے اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچائے۔

جب ہم گذشتہ فرمودات پر خود عمل کریں گے اور عمل کروانے کی کوشش کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ایسے لوگوں پر صادق آتا ہے جو اس پر عمل کرتے اور کرواتے ہیں۔

﴿ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَ اَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ۝ يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّ اَكۡوَابٍ ۚ وَ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَ تَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ وَ اَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝ ﴾ (الزخرف: ۷۰۔ ۷۱)

”تم اور تمہارے جوڑ کے لوگ ہشاش بشاش جنت میں چلے جاؤ۔ ان کے چاروں طرف سے سونے کی رکابیاں اور سونے کے گلاسوں کا دور لگا دیا جائے گا، ان کے جی جس چیز کی خواہش کریں اور جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں، سب وہاں ہوگا، اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

☆............☆............☆

باب نمبر 6

دنیا کی حیثیت

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی کیا قدر و منزلت ہے، اور اس کو حاصل کرنے والے اور اس کی حرص رکھنے والے کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيهَا ، إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ .)) ❶

''خبردار! بے شک دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، وہ ملعون (اللہ کی رحمت و بخشش سے دُور) ہے مگر عالمِ دین، یا طالب علم اور اللہ کا ذکر، اور جو شخص ان چیزوں پر کاربند ہے۔''

تو معلوم ہوا کہ اس دنیا اور اس میں موجود اشیاء کی حیثیت اور ان کی قدر اللہ کے ہاں کچھ بھی نہیں ہے مگر صرف تین چیزوں کی قدر و منزلت ہے۔ ایک عالمِ دین، دوسرے نمبر پر اللہ کا ذکر اور تیسرے نمبر پر وہ شخص جو ان دونوں چیزوں پر کاربند ہے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ .)) ❷

''اگر اللہ کے نزدیک اس دنیا کی حیثیت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ کسی کافر کو اس دنیا سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہ کرتا۔''

---

❶ مجمع الزوائد، باب فی فضل العالم والمتعلم، رقم الحديث: ٤٩٢ـ سنن ترمذی، رقم: ٢٣٢٢ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذي، باب ماجاء فی هوان الدنيا ...... رقم: ٢٣٢٠ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ٩٤٠.

اسی طرح نبی محسن ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے جس کے راوی سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کہتے ہیں:

((كُنْتُ مَعَ الرَّكْبِ الَّذِينَ وَقَفُوا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّخْلَةِ الْمَيْتَةِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَتَرَوْنَ هَذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا حِينَ أَلْقَوْهَا . قَالُوا: مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ: فَالدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى أَهْلِهَا .)) [1]

''میں ان لوگوں کے ساتھ تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مردہ بکری کے بچے پر کھڑے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس مردہ بکری کے بچے کو دیکھ رہے ہو۔ کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک کس قدر حقیر ہوگا، جب اس نے اس کو پھینکا ہوگا۔ انھوں نے کہا: اس نے اس کو حقیر سمجھ کر ہی پھینکا ہے اے اللہ کے رسول! نبی معظم ﷺ نے فرمایا: دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مردہ بکری کے بچے سے بھی زیادہ حقیر ہے۔''

مردہ جانور کو کس قدر حقیر سمجھا جاتا ہے، اگر کہیں پڑا ہوا ہو تو ہم ناک پر ہاتھ یا کپڑا رکھ کر گذرتے ہیں۔ اس سے بے حد نفرت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر اور ذلیل ہے۔ اس لیے ہمیں دنیا کی نہیں، آخرت کی فکر کرنی چاہیے، کیوں کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے یہ تو صرف ایک ''دارالامتحان'' ہے۔ یہ صرف اسی شخص کو اچھی لگتی ہے جو شیطان کا دوست ہے، اور جو اللہ کا دوست ہے۔ وہ اس دنیا فانی میں ہر وقت اللہ کو راضی کرنے میں مصروف نظر آتا ہے، تو دنیا آخرت کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِي

---

[1] سنن الترمذي، باب ایضًا ...... رقم: ۲۳۲۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

فِهْرٍ . قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا يَرْجِعُ .)) ❶

''قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ میں نے مستورد جو کہ بنی فہر کا بھائی تھا، سے سنا۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا آخرت کے مقابلہ میں اس طرح ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی انگلی کو دریا میں ڈالتا ہے تو دیکھے کہ اس کی انگلی نے اس دریا سے کتنا حصہ لیا ہے۔''

جب سمندر یا دریا میں انگلی ڈالیں تو اتنے بڑے سمندر یا دریا میں کیا کمی واقع ہوگی، اور اس انگلی ڈالنے والے نے اس سمندر سے کیا حاصل کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ بالکل اسی طرح یہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے تو اس لیے آخرت کے لیے کوشش کرنی چاہیے نہ کہ دنیا کے لیے۔

☆............☆............☆

❶ سنن ترمذي، باب ايضًا، رقم: ٢٣٢٣۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

باب نمبر 7

دنیا کی زندگی محبوب اور دل پسند

کفار اور مشرکین کے لیے دنیا کی زندگی کو خوش رنگ اور دل پسند بنا دیا گیا ہے، اس پر وہ خوش اور مطمئن ہیں، مال و دولت جمع کرتے ہیں اور اسے فی سبیل اللہ، خرچ کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور مسلمانوں سے مذاق کرتے ہیں کہ وہ فقیر ہیں، ان کا زعم باطل یہ ہے کہ دنیاوی مال و متاع ہی حقیقی سعادت ہے، پس جو اس سے محروم رہا وہ بدبخت ہے، لیکن مؤمنین دنیا سے بے رغبتی برتتے ہیں، اور جو مال حاصل کرتے ہیں، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو سعادت کا باعث سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ روزِ قیامت ان کا ٹھکانہ علیین ہوگا، اور کفار ''اسفل السافلین'' میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾﴾

(البقرہ: ۲۱۲)

''اہل کفر کے لیے دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے، اور وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں، اور اہل تقویٰ کو قیامت کے دن کافروں پر فوقیت حاصل ہوگی، اور اللہ جسے چاہتا ہے، بے حساب روزی دیتا ہے۔''

اور سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾(آل عمران: ١٤)

''لوگوں کے لیے خواہشات کی محبت خوبصورت بنا دی گئی ہے، یعنی عورتوں کی محبت، بیٹوں کی محبت، سونے اور چاندی کے خزانوں کی محبت، پلے ہوئے گھوڑوں، چوپایوں اور کھیتی کی محبت، یہ ساری چیزیں دنیاوی زندگی کا سامان ہیں، اور اچھا ٹھکانا تو اللہ کے پاس ہے۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی لکھتے ہیں:

''((حُبُّ الشَّهَوَاتِ)) میں اس طرف اشارہ ہے کہ آدمی اپنی شہوتوں سے اندھی محبت کرتا ہے، حالانکہ یہ شہوتیں جب حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں تو اصحابِ حکمت و دانائی کے نزدیک قابل حقارت ہو جاتی ہیں، اور اُن کا غلام بہائم سے قریب ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ اور اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ﴾ (التغابن: ١٤)

یعنی ''تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں، تم ان سے بچ کر رہو۔''

اور فرمایا:

﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَىٰ ۝ أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَىٰ ۝﴾ (العلق: ٦۔٧)

یعنی ''انسان اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے، جب وہ اپنے آپ کو دولت میں گھرا ہوا دیکھ لیتا ہے۔'' [تیسیر الرحمن: ١٦٨/١]

دنیا میٹھی اور سرسبز ہے:

رسول کریم ﷺ نے اس دنیا کو میٹھی اور سرسبز قرار دیا ہے، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ

فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ .)) ❶

''یقیناً یہ مال میٹھا اور سرسبز ہے، پس جس شخص نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور جائز طریقوں سے اسے استعمال کیا تو یہ بڑی اچھی مدد ہے۔ اور جس نے اسے ناحق طریقے سے کمایا اور ناجائز مقامات پر اسے صرف کیا تو ایسے ہی جیسے کوئی شخص کھاتا ہے اور شکم سیر نہیں ہوتا۔''

☆......☆......☆

❶ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، رقم: ٢٤٢٢.

باب نمبر 8

دنیا سے محبت اور موت سے نفرت

فی زمانہ ملتِ اسلامیہ زندگی کے ہر شعبے میں ذلت، انتشار، فرقہ بندی، بداخلاقی، ذہنی آوارگی اور فکر ونظریاتی الحاد میں مبتلا ہے۔

یہ امر واقع ہے کہ کافر قوموں نے ہماری تہذیب وتمدن اور ہمارے نظریات پر بھرپور طریقے سے ڈاکہ زنی کی ہے، اہلِ مغرب کے سفید ہاتھی اور کیمونسٹ بلاک کے سرخ دیونے اسلام سے ایسا خوفناک انتقام لیا ہے کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، کڑوڑ ہا مسلمان قوتِ کردار سے محروم ہوکر، کافرانہ اور باطلانہ طاغوتی نظام کی نظر ہوکر تنکوں کی طرح بہتے ہی چلے جارہے ہیں۔ اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّیْ۔

سچ فرمایا رسول مکرم، خاتم الأنبیا، صادق ومصدوق پیغمبر ﷺ نے کہ،

((یُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَی فَعَلَیْكُمْ كَمَا تَدَاعَی الْأَكَلَةُ إِلَی قَصْعَتِهَا ، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ كَثِیرٌ ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزَعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ ، وَلَیَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِی قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ ، فَقَالَ قَائِلٌ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْیَا وَكَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ .)) [1]

”عنقریب غیر مسلم مسلح قومیں تمہاری سرکوبی کیلیے ایک دوسرے کو بلائیں گی، اور پھر سب مل جل کر تم پر دھاوا بول دیں گی، جیسا کہ بہت کھانے والے افراد ایک

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، رقم: ٤٢٩٧ ـ سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ٩٥٦.

دوسرے کو بلا کر دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کیا! حضور! کیا اس وقت ہماری تعداد بہت تھوڑی ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس وقت تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے، لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے جھاگ اور خس و خاشاک سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس وقت اللہ عزوجل کا فیصلہ یہ ہوگا کہ دشمن قوموں کے دل میں تمہارا رعب ختم ہو جائے گا، اور تمہارے دل ''وہن'' کا شکار ہو جائیں گے، کسی اور صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ! ''وہن'' سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔''

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَّأَبْقَىٰ ۝﴾

(الاعلیٰ: ١٦، ١٧)

''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔''

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیکن اے بنی نوع انسان! تم وہ نہیں کرتے جو آخرت میں تمہاری کامیابی و کامرانی کا سبب بنے، بلکہ دنیا کی فانی لذتوں کے لیے سرگرداں رہتے ہو، حالانکہ آخرت دنیا سے کہیں بہتر ہے، اس کی نعمتیں لازوال ہیں اور دنیا دارِ فانی ہے۔ مالک بن دینار کا قول ہے کہ اگر دنیا فنا ہو جانے والے سونے کی بنی ہوتی، اور آخرت لازوال ٹھیکرے کی، تو لازوال ٹھیکرے کو فانی سونے پر ترجیح دینا واجب ہوتا، چہ جائیکہ آخرت لازوال سونے کی بنی ہوئی ہے، اور دنیا فانی ٹھیکرے کی۔'' [تیسیر الرحمن: ١٧٢٩/٢]

☆............☆............☆

باب نمبر 9

طالب دنیا کا انجام

اعمالِ صالحہ کے بدلے میں جس کا مطمع نظر صرف دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام اور ریاست و قیادت کا حصول ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے ان اعمال کا بدلہ اس کی نیت اور ارادہ کے مطابق دیتا ہے، اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، لیکن آخرت میں اسے ان اعمالِ صالحہ کا کوئی اچھا بدلہ نہیں ملے گا، بلکہ نفاق اور ریاکاری کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞﴾

(ھود: ۱۵-۱٦)

”جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہتا ہے، تو ہم دنیا ہی میں اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیتے ہیں، اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں عذاب نار کے سوا کچھ نہیں ملے گا، اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا ضائع ہو جائے گا، اور جو کچھ وہاں کرتے رہے تھے (ایمان کے بغیر) بیکار ہی تھا۔“

قرآن کریم اور فرقانِ حمید نے اس مضمون کو ”سورۃ الاسراء“ میں بیان کیا ہے کہ جو آدمی اعمال صالحہ کے ذریعے دنیاوی مال و متاع اور فائدوں کا طلبگار ہوتا ہے، اللہ اسے اس کی نیت کے مطابق اس کا بدلہ دنیا میں چکا دیتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، اور جو آدمی

آخرت کا طلبگار رہتا ہے، اللہ اسے جنت عطا کرے گا، ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا
لَهُ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿١٨﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ
لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُمِدُّ

(الاسراء: ۱۸-۱۹-۲۰)

''جو کوئی دنیا چاہتا ہے، تو ہم ان میں سے جس کو جتنا چاہتے ہیں اس دنیا میں سے دے دیتے ہیں، پھر اس کا ٹھکانا جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جس میں وہ ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہوگا، اور جو کوئی آخرت چاہتا ہے، اور اسی کے لیے اس جیسی کوشش کرتا ہے، اس حالت میں کہ وہ مومن ہوتا ہے، تو ان کی کوششوں کا انہیں پورا بدلہ چکایا جائے گا۔ (اے میرے نبی!) آپ کے رب کی بخششوں سے ہم ہر ایک کو دیتے ہیں، اور آپ کے رب کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے۔''

اللہ رب العزت کے لطف و کرم کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس کے جو نیک بندے ہیں وہ اپنے اعمالِ صالحہ کے بدلے اس کی رضا اور خوشنودی اور حصولِ جنت کا ارادہ کرتے ہیں، اور اللہ ان کے ہر عملِ صالح کا دس سے سات سو گنا تک ثواب دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دیتا ہے، اور جن کا مقصد دنیا اور اس کی عارضی لذتوں کا حصول ہوتا ہے، وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتا ہے، اور آخرت میں کوئی خوشی اور مسرت ان کا مقدر نہ ہوگی، وہاں ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ
حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿٢٠﴾﴾

(الشوریٰ: ۲۰)

''جو شخص آخرت کی کھیتی (یعنی اجر و ثواب) کا خواہاں ہوتا ہے، ہم اس کی کھیتی

میں اضافہ کرتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی (یعنی فائدہ) چاہتا ہے تو ہم اسے اس کا کچھ حصہ دے دیتے ہیں، اور آخرت میں اجر وثواب کا اسے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔"

یہ آیات کریمہ اُن لوگوں کے لیے عبرت ہیں جو اعمالِ صالحہ تو کرتے ہیں لیکن ان میں اخلاص اور للّٰہیت نہیں ہے، تو وہ اعمال قیامت کے دن ان کے لیے وبالِ جان بن جائیں گے، اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا، سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "روزِ قیامت جب حساب شروع ہوگا تو اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ایک ایسے آدمی کو بلائے گا جو بظاہر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہوا تھا۔ اس سے پوچھے گا کہ تو نے کیا عمل کیا تھا؟ تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا، تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تو نے جہاد اس لیے کیا تھا کہ لوگ تجھے مجاہد کہیں، سو یہ بدلہ تجھے دنیا میں مل گیا، پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اسی طرح ریاکار مالدار اور ریاکار عالم کو گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔" [1]

دنیا کے بندے کے لیے ہلاکت:

سرورِ کونین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيفَةِ وَالْخَمِيصَةِ .)) [2]

"دینار اور درھم کا بندہ، چادر کا بندہ، اور کمبل کا بندہ ہلاک ہو۔"

مال اور اولاد صرف دنیاوی زندگی کی زینت ہیں:

دینار و درہم اور اولاد دنیاوی زندگی کی زیب و زینت ہیں، ان سے محبت کرنے والا درحقیقت دنیا کا بندہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ

---

[1] صحيح مسلم، رقم: ١٩٠٥.

[2] صحيح بخاری، كتاب الجهاد والسير، رقم: ٢٨٨٦.

عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيۡرٌ اَمَلًا ۝٤٦﴾ (الكهف : ٤٦)

”مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے نیک اعمال آپ کے رب کے نزدیک اجر کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہیں اور اللہ سے اچھی امید کے اعتبار سے بھی۔“

مذکورہ بالا آیت کریمہ دنیاوی نعمتوں کی فنائیت اور ناپائیداری کو واضح کر رہی ہے، مال و اولاد صرف حیات دنیا کی زیب و زینت ہیں، انسان ان دونوں نعمتوں سے صرف یہاں دنیا کی زندگانی میں فائدہ اٹھاتا ہے، اور قدر و منزلت حاصل کرتا ہے، جبکہ آخرت میں تو صرف اعمالِ صالحہ انسان کے لیے کارگر ثابت ہوں گے، انہی اعمال کے ذریعے ان کے درجات بلند ہوں گے، اور یہی لوگ سرخرو ہوں گے، اور انہی لوگوں کو جنت میں ابدی نعمت ملے گی۔

☆............☆............☆

باب نمبر 10

دنیا میں منہمک نہ ہو جاؤ بلکہ اس سے بے نیازی برتو

جو شخص دنیا میں مہنمک ہو جاتا ہے تو دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، جب بندہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو یادِ الٰہی سے یکسر غافل ہو جاتا ہے، اور دنیا کی دلفریب بہاروں اور رنگینیوں میں کھو جاتا ہے، جوں جوں دولت مند بننے کے شوق میں اس کی رنگین بہاروں میں غرق ہو جاتا ہے، ویسے ویسے اصل مقصد یعنی آخرت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے، اور انسانیت کے محسن اعظم رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَتَّخِذُوْا الضَّعةَ فَتَرْغَبُوْ فِيْ الدُّنْيَا .)) ❶

''تم دنیا کو اس طرح حاصل نہ کرو، کہ اس میں منہمک ہو جاؤ۔''

مزید برآں آپ نے فرمایا:

((اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَاللّٰهِ لَيْسُوْا مِنَ الْمُتَنَعِّمِيْنَ .)) ❷

''راحت اور عیش کی زندگی گزارنے سے بچو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سچے بندے وہ ہیں جو راحت اور عیش کی زندگی نہیں گزارتے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا شانہ پکڑا اور ارشاد فرمایا:

((كُنْ فِيْ الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ .))

❶ صحيح سنن ترمذي، ابواب الزهد، رقم: ٢٣٢٨ـ مسند أحمد: ١/ ٣٧٧ـ مسند حميدى، رقم: ١٢٢.

❷ مسند احمد: ٥/ ٢٤٣ـ مجمع الزوائد: ١٠/ ٢٥٠ـ سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٣٥٣.

"دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی اجنبی یا مسافر ہو۔"

اس بنا پر سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

((اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ .)) ❶

"اگر تمہیں شام تک زندگی ملے تو صبح تک زندگی کی امید مت رکھو۔ اور اگر صبح تک زندگی ملے تو شام کی امید مت رکھو۔ بیماری سے قبل صحت کو غنیمت جانو اور موت سے پہلے زندگی کو۔"

مال و جاہ کی محبت انسان کے دین میں تباہی مچاتی ہے:

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی مالک الأنصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ .)) ❷

"دو بھوکے بھیڑیے جن کو بھیڑوں میں چھوڑ دیا جائے بھیڑوں کے اندر اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنی تباہی مال و جان کی محبت انسان کے دین میں مچاتی ہے۔"

زینت دنیا سے فریب کھانے کی ممانعت:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے، اور ہم آپ کے گرد بیٹھے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنے بعد تم پر جس چیز کا خطرہ اور خدشہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کی زینت اور کشادگی کے دروازے کھول دے گا: ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر بھی آ سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الرقاق، رقم : ٦٤١٦.

❷ سنن ترمذي، كتاب الزهد، رقم: ٢٣٧٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

اس کے جواب میں خاموش رہے، لوگوں نے اس شخص سے کہا، کیا وجہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ سے سوال کر رہے ہو، اور آپ جواب نہیں دے رہے؟ سیّدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے دیکھا آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے، جب آپ ﷺ معمول پر آ گئے تو آپ نے پسینہ صاف کیا، پھر فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ گویا کہ آپ ﷺ نے اس کی تحسین کی، پھر فرمایا: خیر کے سبب سے شر نہیں آتا، فصل بہار جو سبزہ اگاتی ہے تو وہ سبزہ جانوروں کو مار دیتا ہے، یا قریب المرگ کر دیتا ہے سوائے ان جانوروں کے جو سبزہ کھاتے ہیں حتیٰ کہ ان کی کوکھیں بھر جاتی ہیں، پھر وہ دھوپ میں لیٹ کر لید اور پیشاب کرتے ہیں، اس کے بعد پھر چرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ مالِ دنیا سرسبز اور میٹھا ہے اور مسلمان کا اچھا ساتھی ہے۔ اس مال کا جو حصہ مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا، اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور یہ مال اس کے خلاف روزِ قیامت گواہی دے گا۔'' [1]

☆............☆............☆

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم : ۲٤۲۳.

باب نمبر 11

ثوابِ دنیا

موت کا ایک دن مقرر ہے، نہ اس سے پہلے آ سکتی ہے اور نہ اس مقررہ وقت سے مؤخر ہو سکتی ہے، لہٰذا اپنے نیک اعمال کے ذریعے صرف دنیاوی فوائد و مصالح کے حصول کی نیت نہیں رکھنی چاہئے، کیونکہ جو شخص اپنے اعمالِ صالحہ کے ذریعے دنیاوی فوائد کے حصول کی نیت کرتا ہے تو اس کی چاہت کے مطابق اسے عطا کر دیا جاتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا کوئی اجر اسے نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَ سَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾﴾ (آل عمران: ١٤٥)

”اور کس جان کو اللہ کے حکم کے بغیر موت نہیں آ سکتی، اللہ نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے، اور جو شخص دنیاوی بدلہ چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے دیتے ہیں، اور جو اخروی ثواب چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے دیتے ہیں، اور ہم عنقریب شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیں گے۔“

ذرا ساقی کوثر، قدوۃ الزہاد، امام الأنبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھئے، دنیا کے بجائے آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے میں کس قدر مشغول رہتے ہیں، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ ”رسول ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا تہبند درست کیا، اس وقت آپ کے پاس صرف یہی کپڑا تھا، آپ کے پہلو پر چٹائی کا نشان پڑا ہوا تھا، پھر میں نے حضور ﷺ کے خزانہ پر نگاہ ڈالی تو

اس میں ایک صاع یعنی تقریباً اڑھائی کلو جو تھے۔ ایک درخت کے پتے بھی کچھ اتنی ہی مقدار کے تھے جن سے چمڑا رنگا جاتا ہے، دیوار پر ایک چمڑا بھی لٹک رہا تھا جو پوری طرح اگا ہوا نہیں تھا (یہ منظر دیکھ کر) میری آنکھیں اشک بار ہوگئیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا! حضور کیا اب بھی مجھے رونا نہیں چاہیے کہ چٹائی کے نقوش آپ ﷺ کے پہلو پر ثبت ہوگئے ہیں، آپ کا یہ خزانہ بھی میرے سامنے ہے، حالانکہ آپ اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں، ادھر روم اور ایران کے بادشاہوں کو میں عیش ونعمت کی بہاروں میں دیکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ ہمارے لیے آخرت کی نعمتیں ہیں اور انہیں صرف دنیا میں مل رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، کیوں نہیں۔'' [1]

دنیا وآخرت کی بھلائی مانگنا:

ہر انسان کو دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی اور کامیابی کی دعا کرتے رہنا چاہیے، اور جو لوگ دنیا وآخرت کی بھلائی اور کامیابی کی دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سمیع ومجیب ان کی دعا قبول فرماتا ہے، اور پوری دعا نہیں تو اس کا ایک حصہ ضرور انہیں ملتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝۲۰۰ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۲۰۱ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۲۰۲ ﴾ (البقرة: ۲۰۰-۲۰۲)

''بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی نصیب فرما، اور آخرت میں بھی اچھائی نصیب فرما، اور ہم کو عذاب نار سے دور رکھ، ان لوگوں کو اپنی کمائی (دعا)

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الطلاق، باب في الايلاء، رقم: ٣٦٩١.

کا ایک حصہ ضرور ملے گا، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔''

دعا:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرة: ٢٠٢)

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی نصیب فرما، اور آخرت میں بھی اچھائی نصیب فرما، اور ہم کو عذاب نار سے دور رکھ۔''

مذکورہ بالا دعا میں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی اور کامیابی جمع کر دی گئی ہے، اور ہر قسم کے شر اور برائی سے پناہ مانگی گئی ہے، ''دنیا میں بھلائی'' ہر دنیاوی خیر کو شامل ہے، اور آخرت میں بھلائی کی سب سے اعلیٰ شئے رضائے الٰہی اور دخولِ جنت ہے۔

فضیلت:

احادیثِ مبارکہ میں اس دعا کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا کرتے تھے۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''رکنِ یمانی'' اور ''حجر اسود'' کے درمیان یہی دعا کرتے تھے۔'' [2]

اور سیدنا اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی جو سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے یہی دعا کرنے کی نصیحت کی، اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی بیماری دور ہو گئی۔ [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدعوت، رقم: ٦٣٨٩.

[2] سنن ابی داؤد، کتاب المناسك، رقم: ١٨٩٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، رقم: ٤٨٣٥۔ مسند احمد، رقم: ١٩٨٨.

باب نمبر 12

انبیاء علیہم السلام اور دنیا

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا درس دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت پر مبنی نظر آتا ہے، سب انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کو زہد وتقویٰ کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام اور دنیا:

یہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام ہیں، لوگوں کو دنیا کی فانی لذتوں کو ترجیح دینے سے ڈراتے ہیں، اور تزکیہ نفس، یادِ الٰہی اور عملِ صالح کی ترغیب دیتے ہیں، ان پر نازل کردہ صحیفوں میں یہ بات موجود تھی کہ کامیاب وکامران وہی شخص ہے جس نے تزکیہ نفس کیا، اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝١٤ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٥ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٧ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝١٨ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝١٩﴾ (الاعلیٰ: ١٤-١٩)

''یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگا جو (کفر وشرک سے) پاک ہوگیا۔ اور اپنے رب کا نام لیتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بے شک یہ بات اگلے صحیفوں میں موجود تھی یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔''

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور دنیا:

سیدنا سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے تخت پر کہیں جا رہے تھے، انسان اور جنات آپ کے دائیں بائیں بیٹھے تھے، بنی اسرائیل کے ایک عابد نے دیکھ کر کہا: اے سلیمان! اللہ کی قسم! آپ کو

عظیم ملک دیا گیا ہے، آپ نے یہ سن کر فرمایا: بندۂ مومن کے نامۂ اعمال میں درج صرف یہ ایک تسبیح میری تمام سلطنت سے بہتر ہے، کیونکہ یہ سب فانی ہے، مگر تسبیح باقی رہنے والی ہے۔ ❶

آپ ﷺ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے: ''اے دنیا دارو! جہاں تم صدقہ و خیرات کرتے ہو، وہاں مظلوم لوگوں پر رحم بھی کھایا کرو۔'' ❷

سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ناصحانہ ارشاد:

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: ''جس طرح دنیا دار دنیا کی چاہت اور محبت میں معمولی سے دین پر راضی ہیں، تم بھی دین کی سلامتی کے لیے معمولی سی دنیا پر راضی ہو جاؤ۔'' ❸

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

يَا طَالِبَ الدُّنْيَا لِتبرِ
تَرْكُكَ الدُّنْيَا اَبَرُّ

''اے دنیا کو سونے چاندی کے لیے طلب کرنے والے! ترکِ دنیا بہت عمدہ چیز ہے۔'' ❹

☆............☆............☆

❶ مكاشفة القلوب، ص: ١٤٦.

❷ كتاب الزهد، لأحمد، باب ذكر سليمان بن داؤد عليه السلام، رقم: ٤٦٦.

❸ مكاشفة القلوب، ص: ١٥٢. ❹ ایضًا.

باب نمبر 13

رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے بے نیازی

چھوٹے بڑوں سے اثر لیتے ہیں، یعنی جو کام بڑوں نے کرنا ہے ظاہری بات ہے چھوٹوں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے وہی کام کرنا ہے، اگر بڑے اچھا کام کریں گے اور اچھے کاموں کی کوشش کریں گے تو چھوٹے بھی ایسا ہی کریں گے، اگر وہ خود اچھے کام نہیں کرتے تو چھوٹوں سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اچھا کام کریں۔تو رسول اللہ ﷺ نے جو کام کیا وہی ان کے امتی کو کرنا چاہیے، لہٰذا دنیا کی حیثیت ہم اب پیارے پیغمبر ﷺ کی نظر میں دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دنیا کو کتنی ترجیح دی، اور اس کے لیے کتنی کوشش کی۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَهْلُهُ ثَلَاثًا تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا .)) ❶

”سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل خانہ نے تین دن تک مسلسل گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی، حتی کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔“

ساری کائنات کے رسول کی یہ حالت ہے کہ تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، حتی کہ اللہ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

---

❶ سنن ترمذي، باب ماجاء فى معيشة النبى ﷺ واهله، رقم: ٢٣٥٨۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

((عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ خُبْزُ الشَّعِيرِ .)) ❶

''سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے ابوامامہ سے سنا کہہ رہے تھے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ کے ہاں کبھی ضرورت سے زائد جَو کی ایک روٹی نہیں بچی تھی۔''

((عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ ﷺ وَمَا يَجِدُ مِنْ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ .)) ❷

''سماک بن حرب فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرماتے تھے: کیا تمھیں تمہاری مرضی کا کھانا اور پینا میسر نہیں؟ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پیٹ بھرنے کے لیے ردی کھجوریں بھی نہیں پاتے تھے۔''

ایک طرف کھانے پینے کی یہ حالت ہے کہ پیٹ بھر کر تین دن لگاتار کھانا کھانے کے لیے میسر نہیں اور نہ ہی اس کی تمنا کی۔ کیا پیغمبر علیہ السلام رب العالمین سے یہ سب کچھ مانگ لیتے تو کیا وہ دینے والا نہیں تھا! کیوں نہیں اللہ ضرور دے دیتا، لیکن اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اس دنیا کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ جیسا کہ محسنِ انسانیت ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

((إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رضی اللہ عنہ ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ؟ إِنْ يَكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا

❶ سنن ترمذي، باب ...... ايضًا، رقم: ٢٣٥٩ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن الترمذي، رقم: ٢٣٧٢ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا! فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ، لَا تَبْكِ، إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ، وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ.)) ❶

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے بارے میں اختیار دیا ہے (کہ ان دونوں میں سے جسے چاہتا ہے پسند کر لے) لیکن اس نے اللہ کے پاس جانے کو پسند کیا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر رونے لگے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا اور کہنے لگے: اس بوڑھے ابوبکر کو کیا ہوگیا؟ اللہ کے پیغمبر نے تو ایک آدمی کی بات کی ہے اور یہ بوڑھا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگ گیا ہے؟ تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آدمی اللہ کے پیغمبر ﷺ ہیں، جن کو اللہ نے یہ اختیار دیا، تو تب آپ ﷺ نے کہا: اے ابوبکر! تو کیوں روتا ہے؟ بے شک لوگوں میں سے سب سے زیادہ مجھ پر تیرے احسان ہیں، اگر میں کسی کو اپنا خلیل (اللہ کے بعد) بناتا تو تجھے بناتا، لیکن اسلامی اخوت ومحبت ہے۔ مسجد نبوی میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام دروازے (صحابہ کے گھروں کے) بند کردیئے جائیں آپ کے دروازے کے علاوہ۔''

پیغمبر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رہنے کا اختیار دیا، لیکن اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو اور سفر آخرت کو پسند کیا۔ کیونکہ یہ دنیا فانی ہے، اس نے ختم ہو جانا ہے اور اس میں موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی، اس لیے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے دنیا کی چاہت نہیں کی، اور دنیاوی مال ومتاع بھی جمع کرنے کی کوشش نہیں کی حتی کہ سونے کے لیے کسی قسم

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الصلاة، رقم: ٤٦٦.

کے بستر کا انتظام بھی نہیں کیا، اور بسا اوقات بھوک کا یہ عالم ہوتا کہ تین دن اور تین راتیں بھوک کی تنگی میں گذر جاتیں۔ جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ أُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذَى اَحَدٌ، وَلَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ، وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَالِثَةٌ، وَمَا لِي لِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا مَا وَارٰى اِبْطُ بِلَالٍ .)) ❶

”مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر اذیت دی گئی ہے کہ کسی اور کو اتنی اذیت نہیں دی گئی۔ اور مجھے اللہ کے راستہ میں اتنا ڈرایا گیا کہ اتنا کسی اور کو خوف زدہ نہیں کیا گیا۔ مجھ پر تین دن اور راتیں ایسی گزریں کہ میرے اور بلال کے پاس اتنا کھانا بھی نہ تھا کہ جسے کوئی جگر والا کھائے (وہ اتنا کم ہوتا تھا) جسے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بغل میں چھپا لیتے تھے۔“

گھریلو سامان اور بستر کی کیفیت کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے ہوتا ہے جسے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اِضْطَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى حَصِيْرِهٖ، فَأَثَّرَ فِي جِلْدِهٖ، فَقُلْتُ: بِاَبِيْ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوْ كُنْتَ اٰذَنْتَنَا فَفَرَشْنَا لَكَ عَلَيْهِ شَيْئًا يَقِيْكَ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَنَا وَالدُّنْيَا؟ اِنَّمَا اَنَا وَالدُّنْيَا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا .)) ❷

”رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سو کر بیدار ہوئے تو آپ کے پہلو مبارک میں

---

❶ سنن ابن ماجة، باب في فضائل اصحاب النبي ﷺ، رقم: ١٥١ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب مثل الدنيا، رقم: ٤١٠٩ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

نشان پڑے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے لیے بستر نہ بنا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق ہے، میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں جو (دورانِ سفر) کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے، اور آرام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کی طرف) روانہ ہو جاتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا .)) ❶

"اے اللہ! آلِ محمد (ﷺ) کو قوت لا یموت عطا فرما۔"

لہٰذا معلوم ہوا کہ دنیا کی کوئی وقعت اور حیثیت نہیں، یہ فنا ہو جانے والی ہے، اور اس میں موجود ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ باقی رہنے والی چیز آخرت ہے جہاں ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اللہ ہم سب کو آخرت کے لیے کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆............☆............☆

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الرقاق ، رقم: ٦٣٦٣.

باب نمبر 14

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نظر میں دنیا کی حیثیت

وہ خوش قسمت شخص جس نے ایمان کی حالت میں نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر اسی حالت میں فوت ہوا، اسے صحابی کہتے ہیں، اور پھر جیسا قائد ہو تو اس کی عوام اور فوج بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔ اگر قائدین دنیادار، ہیں تو عوام کے درست ہونے کا تصور بھی محال ہے لیکن یہ قائد بھی بے مثال ہے اور اس کی رعایا بھی بے مثال ہے۔ جہاں ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے دنیا کو ترجیح نہیں دی، وہاں ہمارے پیغمبر کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دنیا کو کوئی ترجیح نہیں دی۔ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فاقہ برداشت کیا تو صرف اس لیے کہ اللہ کی عبادت میں اور پیغمبر کی اطاعت میں اپنا زیادہ وقت صرف کر سکیں۔ چنانچہ نبی معظم کی جماعت میں سے چند صحابہ کرام کی سیرت ملاحظہ فرمائیں:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتَّى إِنْ كَانَ يَكُونُ لِلرَّجُلِ مِنَّا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ ، فَقِيلَ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَأَيْنَ كَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا وَأَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ بِحُوتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا أَحْبَبْنَا .)) [1]

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (قریش کے قافلہ کو

---

[1] سنن ترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق، رقم: ٢٤٧٥ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

روکنے کے لیے) بھیجا، ہم تین سو افراد تھے اور ہمارے پاس زادِ راہ اتنا کم تھا کہ اس کو ہم نے اپنی گردنوں پر اُٹھایا ہوا تھا، تو وہ ختم ہو گیا حتی کہ ہم میں سے ہر شخص کے حصہ میں ہر روز ایک ایک کھجور آتی، جابر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: اے ابو عبداللہ! (خوراک کے طور پر) ایک کھجور ایک آدمی کو کیسے کفایت کرسکتی ہے؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ہمارا زادِ راہ ختم ہوا تو ہمیں اس ایک کھجور نہ ملنے کا احساس اس وقت ہوا جب ہم نے اس کو بھی نہ پایا (وہ یہ کہ) ہم ساحل سمندر پر آئے تو دیکھا کہ سمندر نے ایک مچھلی باہر پھینک دی ہے۔ ہم نے اسے اٹھارہ دن تک جی بھر کے کھایا۔''

اب اس حدیث مبارکہ سے اللہ کے نبی کے پیارے صحابہ کی اطاعت وفرمانبرداری دیکھئے کہ کھانے کے لیے مکمل کھانا بھی دستیاب نہیں ہے کہ ہم نے اتنے دن سفر کرنا ہے، اتنے دن قیام کرنا ہے۔ تو پھر بھی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی نہیں دیکھا کہ بیوی بچے پیچھے رہ گئے ہیں، کاروبار اتنے دن نہیں ہوگا، واپس بھی آنا ہے یا کہ نہیں۔ کوئی سوچ اور فکر دل میں لائے بغیر نکل پڑے یہ کس لیے تھا؟ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی جانیں عزیز نہیں تھیں؟ کیا وہ دنیاوی کاروبار کر کے دنیاوی آرام و آسائش حاصل نہیں کرسکتے تھے؟ کیا انہیں کاروبار کرنا نہیں آتا تھا؟ نہیں بلکہ سب کچھ کرسکتے تھے، لیکن انھیں اپنے پیغمبر کی بات پر جان قربان کرنا سب سے زیادہ عزیز اور محبوب تھا۔ اپنے پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت زیادہ محبوب تھی اور دنیا کی زندگی سے آخرت کی زندگی زیادہ محبوب تھی۔ اسی طرح سیّدنا قیس (بن ابی حازم) فرماتے ہیں:

((سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: اِنِّی اَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْزُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا لِحُبْلَةُ وَهٰذَا السَّحَرَ، حَتّٰی اِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ

كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ .)) ❶

"میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بلاشبہ میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں خون بہایا، اور میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا، میں خود کو صحابہ کی ایک جماعت میں جہاد کرتے دیکھ رہا ہوں۔ ان دنوں ہماری خوراک درختوں کے پتے اور جھاڑیوں کے پھل تھے حتی کہ ہم میں سے ہر کوئی اس طرح پاخانہ کرتا تھا۔ جیسا کہ بکری اور اونٹ کی مینگنیاں ہوتی ہیں۔"

بتایئے آج کون ہے جو کہ دین اسلام کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کرتا ہے۔ کون ہے جو کہ آخرت کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کی زیب و زینت کو ترک کرتا ہے۔ ہاں یہ سب کچھ ممکن ہے جب ہم دنیا کی ترجیح کو چھوڑیں گے اور آخرت کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔

اسی طرح "اصحابِ صفہ" کی حالت بیان کرتے ہوئے سیّدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتَّى تَقُولَ الْأَعْرَابُ هٰؤُلَاءِ مَجَانِينُ أَوْ مَجَانُونَ فَإِذَا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فَاقَةً وَحَاجَةً . قَالَ فَضَالَةُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .)) ❷

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الشهادات عن رسول الله ﷺ، رقم: ۲۳۲۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

❷ سنن ترمذي، كتاب الشهادات، رقم: ۲۳٦۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

'' (بسا اوقات) رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہوتے تو اصحابِ صفہ میں سے کئی صحابہ بھوک کی وجہ سے کھڑے کھڑے گر پڑتے حتی کہ بدوی لوگ انھیں دیوانہ کہتے۔ رسول اللہ ﷺ (ایک روز) سلام پھیر کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: اگر تمھیں اس کا علم ہو جو اللہ کے پاس ہے تو تم اپنا فاقہ اور حاجت بڑھ جانے کو پسند کرو۔ سیّدنا فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوک تکلیف برداشت کرتے تھے۔ صرف اللہ کے راستے میں اور اللہ کی رضا کے لیے تو انھوں نے بھی آخرت میں اللہ سے اس کے اجر کی اُمید لگا رکھی تھی تو اللہ بھی دنیا میں ان کو تسلیاں دے رہا ہے، اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے گاہے بگاہے ان کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے کہ یہ بھوک جو تم میرے راستے میں برداشت کر رہے ہو، اگر تم کو اجر کے بارے میں علم ہو جائے جو کہ اللہ نے تیار کر رکھا ہے تو تم اسی بھوک اور فاقہ کے بڑھ جانے کی حرص کرو۔

اور اگر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو دنیا میں کچھ عطا بھی کیا ہے تو انھوں نے اس پر فخر اور ناز نہیں کیا، بلکہ اپنی آخرت کو اس دنیا پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ، فَتَمَخَّطَ فَقَالَ بَخْ بَخْ، أَبُو هُرَيْرَةَ يَتَمَخَّطُ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ، فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي وَيُرَى أَنِّي مَجْنُونٌ وَمَا بِي مِنْ جُنُونٍ، مَا بِي إِلَّا الْجُوعُ.)) [1]

'' محمد بن سیرین فرماتے ہیں: ہم سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، اور انھوں

[1] صحيح بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما ذكر النبيﷺ ...... رقم: ٧٣٢٤.

نے کتان کی دو رنگی ہوئی چادریں اوڑھ رکھی تھیں، انھوں نے ان میں سے ایک کے ساتھ اپنی ناک صاف کی اور فرمایا: ابو ہریرہ کیا بات ہے۔ کتان کپڑے سے ناک صاف کر رہا ہے (میں عالم تخیل میں) مشاہدہ کر رہا ہوں جب میں بھوک کی وجہ سے منبرِ رسول اللہ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ کے درمیان نیم بے ہوشی کے عالم میں گرا پڑا ہوتا تو گزرنے والا مجھے دیوانہ سمجھ کر میری گردن کے اوپر سے گزر جاتا، حالانکہ کہ مجھے کسی قسم کی دیوانگی نہ تھی، یہ صرف بھوک کی وجہ سے تھا۔''

ایک وقت وہ تھا کہ جب لوگ دیوانہ اور مجنوں سمجھتے تھے، اور ایک وقت یہ ہے کہ کتان کی دو رنگی چادر سے اپنا ناک صاف کر رہے ہیں۔ الفاظ سے واضح ہے کہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ مال کی صورت حال کیا ہے کہ سب کچھ ہی اللہ کے راستے میں قربان کر دیا، جیسا کہ ابوبکر سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں زہری سے روایت منقول ہے۔

((أَنَّهُ اَنْفَقَ اَمْوَالَهُ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ) وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .)) [1]

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا ساز و سامان اور مال و دولت سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کر دیا۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ جب اللہ نے اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس کو کوئی ترجیح نہیں دی۔ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو کوئی ترجیح نہیں دی تو اللہ کے نبی ﷺ کے صحابہ نے بھی اس کو کوئی ترجیح نہیں دی۔ لہٰذا ہم سب کو بھی یہی چاہیے کہ ہم دنیا کے لیے کوشش کرنے کے بجائے آخرت کے لیے کوشش کریں، کیونکہ اصل چیز تو آخرت ہے۔ اللہ ہم سب کو آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆............☆............☆

[1] سیر اعلام النبلاء: ٢/ ٤١٦.

باب نمبر 15

سلف صالحین رحمہم اللہ کی نظر میں دنیا کی حیثیت

سیّدنا لقمان عَلَیْہِ السَّلَام کا قول:

سیدنا لقمان عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اگر تو نے دنیا سے بے توجہی برتی اور آخرت کی طرف متوجہ رہا تو ایسے گھر کے قریب پہنچ گیا جو اس (دنیا) سے کئی درجے بہتر ہے۔ ❶

امام ابوحازم رحمہ اللہ کا قول:

ابوحازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((یَسِیْرُ الدُّنْیَا یُشْغِلُ عَنْ کَثِیْرَ الْآخِرَۃِ .))

''دُنیا سے معمولی محبت آخرت سے بہت زیادہ غافل کر دیتی ہے۔'' ❷

امام فضیل رحمہ اللہ کا قول:

سیدنا فضیل رحمہ اللہ کا قول ہے:

''اگر مجھے ساری دنیا کسبِ حلال کی صورت میں مل جائے، مگر آخرت کی بھلائی اس میں نہ ہو تو اس سے اس طرح دامن بچا کر نکل جاؤں گا، جیسے تم مردار سے دامن بچا کے نکل جاتے ہو۔'' ❸

سیّدنا حسن رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا قول:

سیدنا حسن رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا قول ہے:

---

❶ مکاشفۃ القلوب، ص: ۱۵۸۔ ❷ ایضًا، ص: ۱۵۹۔

❸ مکاشفۃ القلوب، للغزالی، ص: ۱۰۷۔

''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ایسی قومیں پیدا کیں ہیں، جن کے سامنے یہ دنیا مٹی کی طرح بے وقار تھی، انہیں دنیا کے آنے جانے کی کوئی پرواہ نہ تھی، چاہے وہ اس کے پاس ہو یا اس کے پاس نہ ہو۔'' ❶

امام مالک بن دینار رحمہ اللہ کا قول:

مالک بن دینار رحمہ اللہ کا قول ہے:

''اگر دنیا فنا ہو جانے والے سونے کی بنی ہوتی، اور آخرت لازوال ٹھیکرے کی، تو لازوال ٹھیکرے کو فانی سونے پر ترجیح دینا واجب ہوتا، چہ جائیکہ آخرت لازوال سونے کی بنی ہوئی ہے، اور دنیا فانی ٹھیکرے کی۔'' ❷

امام بشر رحمہ اللہ کا قول:

امام بشر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے دنیا مانگتا ہے گویا وہ اللہ کی بارگاہ میں بہت دیر تک حساب کے لیے ٹھہرنے کا سوال کرتا ہے۔'' ❸

امام ابوسلمان رحمہ اللہ کا قول:

ابوسلمان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ؛

''دنیا کی خواہشات سے وہی شخص رکتا ہے جس کے دل میں آخرت کی فکر ہوتی ہے۔'' ❹

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول:

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

❶ مكاشفة القلوب، ص: ۱۵۷.
❷ بحواله تيسيرا الرحمن، ص: ۱۷۲۹.
❸ مكاشفة القلوب، ص: ۱۵۹.
❹ مكاشفة القلوب، ص: ۱۵۹.

''جب دنیا کی محبت اور گناہوں نے دل کو اپنا شکار بنا لیا ہے، اب اس میں بھلائی کیسے داخل ہو سکتی ہے۔'' ❶

امام وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول:

وہب بن منبہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

''جس کا دل کسی دنیاوی چیز سے خوش ہو گیا ہو وہ دانائی سے ہٹ گیا، اور جس نے دنیاوی خواہشات کو اپنے پیروں تلے روند دیا شیطان اس کے سائے سے بھی بھاگتا ہے، اور جس کا علم خواہشات پر غالب آ گیا حقیقت میں وہی غالب ہے۔'' ❷

امام یحییٰ بن معاذ الرازی رحمہ اللہ کا قول:

یحییٰ بن معاذ الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''دانا تین ہیں:

۱۔ وہ شخص کہ جس نے دنیا کو چھوڑ دیا، اس سے پہلے کہ دنیا اس کو چھوڑتی۔

۲۔ قبر میں جانے سے پہلے اپنی قبر بنا لی۔

۳۔ وہ شخص جس نے بارگاہِ رب العزت میں جانے سے پہلے ربِ کائنات کا راضی کر لیا۔'' ❸

امام بندار رحمہ اللہ کا قول:

امام بندار رحمہ اللہ کا قول ہے:

''جب تو دنیا داروں کو دنیا سے کنارہ کش کی باتیں کرتے سنے تو سمجھ لینا کہ یہ شیطان کے مرید ہیں۔'' ❹

☆............☆............☆

❶ مکاشفة القلوب، ص: ١٦٠.
❷ مکاشفة القلوب، ص: ١٦٠.
❸ مکاشفة القلوب، ص: ١٦١.
❺ مکاشفة القلوب، ص: ١٦٢.

دوسرا حصہ

باب نمبر 1

موت کو یاد رکھنا

ہر انسان موت کا مزا چکھنے والا ہے، یہاں سے ہر آدمی کو گزر کر جانا ہے، یہ دنیاوی زندگی دھوکے کا سامان ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ ﴾ (آل عمران : ١٨٥)

"ہر نفس کو موت کو مزا چکھنا ہے، اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پس قیامت کے دن جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ فائز المرام ہو جائے گا، اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔"

موت کو یاد کرنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے یاد کرنے سے اعمالِ صالحہ کرنے کی دل میں تمنا پیدا ہوتی ہے اور گناہ سے نفرت اور اس سے بچنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان ہر کام کرنے سے پہلے سوچتا ہے کہ کسی سے کوئی زیادتی تو نہیں ہو رہی، جس کی وجہ سے میں گناہ میں ملوث ہو جاؤں، اور اللہ کے ہاں مجھے اس کا جواب دینا پڑے۔ موت کو یاد کرنے سے انسان دنیا سے دور اور اخروی زندگی کے قریب ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَّاتِ . يَعْنِيْ الْمَوْتَ .)) [1]

---

[1] سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب ذكر الموت ،رقم: ٤٢٥٨۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

''لذتوں کو ختم کرنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔''

کیونکہ موت کو یاد کرنے سے انسان کو اپنی حقیقت کا اور اپنے اس دنیا میں آنے کا مقصد یاد رہتا ہے۔ آخرت کے لمحات جب ذہن میں آتے ہیں، تو یہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ کو راضی کرنے کی سعی کرتا ہے۔ ایک اور فرمانِ رسول ﷺ ملاحظہ فرمائیے:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَجَاءَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. قَالَ: فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْيَسُ قَالَ: أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَادًا أُولَئِكَ الْأَكْيَاسُ.)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا تو ایک انصاری آدمی آیا اور اس نے سلام عرض کیا، پھر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مومنوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ انصاری نے عرض کیا: مومنوں میں سب سے زیادہ عقل مند کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہو، اور موت کے بعد آنے والے وقت کے لیے اچھی تیاری کرتا ہو، وہ سب سے زیادہ عقل مند ہے۔''

اس حدیث مبارکہ میں اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ نے اس آدمی کو سب سے زیادہ عقل مند کہا ہے جو موت کو یاد کرتا ہے۔ موت کو یاد کرنے سے مراد یہ نہیں کہ موت کے آنے کی تمنا کرتا ہے بلکہ موت کے وقت کو یاد رکھتا ہے، اس کی سختی کو یاد رکھتا ہے، اور موت کے بعد پیش آنے والے معاملات کے لیے تیاری کرتا ہے، یعنی کہ نیک اعمال کرتا ہے، جس کے ذریعے اس کو نجات ملے گی۔ قبروں کی زیارت بھی موت کی یاد دلاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے:

[1] سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، ...... ایضًا، رقم: ٤٢٥٩۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: زَارَ النَّبِيُّ ﷺ قَبْرَ أُمِّهِ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهُ، فَقَالَ: اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ .)) ❶

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور اپنے آس پاس سب کو رُلا دیا، پھر فرمایا: میں نے اپنے رب سے والدہ کی مغفرت کے لیے دعا مانگنے کی اجازت چاہی مگر مجھے اجازت نہیں ملی، پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت مل گئی۔ میرے صحابہ، قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ تمہیں موت یاد دلاتی ہے۔''

اس لیے قبروں کی زیارت موت کو یاد کرنے کی غرض سے کی جائے تاکہ انسان کو اپنی آخرت یاد رہے اور اس کی تیاری میں ہمہ وقت مصروف رہے۔

زیارتِ قبور کی مسنون دُعا:

جب انسان قبرستان جائے تو یہ مسنون دُعا پڑھے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ ، وَإِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ .)) ❷

''اے اس گھر کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت مانگتا ہوں۔''

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، رقم: ٢٢٥٨.

❷ صحيح مسلم، كتاب الجنائز، رقم: ٢٢٥٧.

باب نمبر 2

موت کی تیاری

انسان اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہے۔ اس کے سفر کی ابتداء زندگی سے ہوتی ہے اور موت کے ساتھ اس کی انتہا ہوتی ہے، تو اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے سفر کی انتہا کو دیکھتے ہوئے اس کی تیاری کرے، جیسا کہ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

وَاِنْ كُنْتَ مَشْغُولًا بِشَيْءٍ فَلَا تَكُنْ بِغَيْرِ الَّذِيْ يَرْضٰى بِهٖ اللّٰهُ تُشْغَلُ

فَلَنْ يَصحَبَ الْاِنْسَانَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ اِلَّا الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ

اَلَا اِنَّمَا الْاِنْسَانُ ضَيْفٌ لِاَهْلِهٖ يُقِيْمُ قَلِيْلًا عِنْدَهُمْ ثُمَّ يَرْحَلُ [1]

”اور اگر تو کسی ایسی چیز (جس سے آخرت میں فائدہ نہیں) میں مشغول ہے تو ایسا نہ کر، بلکہ ایسی چیز میں مشغول ہو جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، انسان کی موت کے بعد کوئی اس کا ساتھی نہیں ہوتا، مگر وہ اعمال جو کہ اس نے کیے ہوتے ہیں، خبردار! انسان اپنے اہل کے لیے مہمان ہے، وہ کچھ دیر ان میں ٹھہرتا ہے، اور پھر ان سے کوچ کر جاتا ہے۔“

دنیا میں رہتے ہوئے ایسے اعمال کرنے چاہیے، جس کے کرنے سے اللہ کی رضا مقصود ہو، اور ہر عمل اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ اور انسان کا سب سے بہترین ساتھی اس کے نیک اعمال ہیں، اس کے علاوہ سب عارضی ہیں۔

اور انسان جو بھی اعمال کرتا ہے، ان اعمال کا فائدہ اس کی اپنی ذات کے لیے ہے، اس کا کسی اور کو فائدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] نظرة النعيم: ٣/٩٦٧.

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ٥﴾
(العنكبوت : ٦)

''اور جو شخص عمل صالح کے لیے کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے، بے شک اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔''

اس لیے یہ گمان کرنا کہ ہمیں کوئی فائدہ دے دے گا تو یہ باطل خیال ہے۔ اس لیے ان باطل خیالات کو چھوڑ کر خود عمل صالح کی تیاری کریں۔ جیسا کہ نبیٔ رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانِ ذی شان ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَنْكَبِيْ فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ . وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ: اِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ۔ وَإِذَا أُصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ . وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ . وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ .)) [1]

''سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا: (اے ابن عمر!) دنیا میں ایک اجنبی یا راہ چلتے مسافر کی طرح رہو، اور ابن عمر کہا کرتے تھے: جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح کرے تو شام کا منتظر نہ ہو، اور اپنی تندرستی کے وقت اپنی بیماری کا کچھ سامان کر اور اپنی زندگی میں اپنی موت کی تیاری کر۔''

اور اس حدیث مبارکہ میں فرمایا: ((وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ .))...... ''اپنی زندگی میں اپنی موت کی تیاری کر۔'' جس سے معلوم ہوا کہ عقل مندی اور دانش مندی اسی بات میں ہے کہ اس زندگی میں ہم آخرت کے لیے تیاری کریں۔ کیونکہ موت کے مقررہ وقت کا کسی کو علم

[1] صحيح بخاري، باب قول النبيﷺ كن في الدنيا ......، رقم: ٦٤١٤.

نہیں ہے۔ اور نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو بار بار موت کی تیاری کرنے کی ترغیب دی۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَّنَا ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقُلْتُ: خُصٌّ لَنَا وَهِيَ نَحْنُ ، نُصْلِحُهُ ، فَقَالَ: مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ .)) ❶

"سیّدنا عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں؛ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سے گذرے اور ہم اپنی جھونپڑی درست کر رہے تھے۔ فرمایا: یہ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا: یہ خراب ہو چکی ہے اور ہم اس کی مرمت کر رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ موت اس سے بھی جلدی آنے والی ہے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کے خراب ہونے کے لیے جتنا وقت درکار ہوگا۔ موت اس سے بھی پہلے آنے والی ہے۔ اس لیے انسان کو ایسے اعمال کرنے چاہئیں جو کہ اس کے لیے فائدہ مند ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہادیٔ کائنات کا فرمان عالی شان ہے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ ، صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ .)) ❷

"جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس سے اس کے مرنے کے بعد تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین ایسے عمل ہیں جو کہ مرنے کے بعد بھی اس سے منقطع نہیں ہوتے۔ (۱) صدقہ جاریہ، (۲) ایسا علم جس سے لوگ فائدہ حاصل کر رہے ہوں (۳) اور نیک اولاد جو کہ اس کے لیے دعا کرتی ہے۔"

---

❶ سنن ابن ماجة، كتاب الزهد، باب في البناء والخراب، رقم: ٤١٦٠۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ سنن ترمذي، كتاب الأحكام، رقم: ٢١٤٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

لہٰذا دنیا میں رہتے ہوئے، موت کی تیاری کے لیے یہ اعمال سب سے بہترین ہیں، جو کہ انسان کو فائدہ پہنچاتے ہیں، اور اعمالِ صالحہ انسان کے پاس موت کی تیاری کے لیے سب سے بڑا ہتھیار اور سب سے بہترین ساتھی ہیں۔

☆............☆............☆

باب نمبر 3

انسان کے لیے موت کی حقیقت

انسان ہر لمحہ موت کے شکنجے میں:

زندگی کے ختم ہونے کو موت کہتے ہیں، اور یہ ایک ایسا اٹل فیصلہ ہے، جس کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ کیونکہ آج تک نہ کوئی اس فیصلہ سے بچ سکا ہے اور نہ ہی بچ سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت: ۵۷)

''ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

انسانوں پر موت واقع ہوگی، اور اس کے بعد اللہ کے حضور ان کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ جو کچھ کیا جو کروایا، سب کا حساب کتاب ان سے ہوگا۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝٧٨﴾ (النساء: ۷۸)

''تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمھیں آ پکڑے گی اگر چہ تم مضبوط برجوں میں ہو، اور اگر انھیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اُٹھتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے۔ انھیں کہہ دو کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، انھیں کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی

قریب نہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت فرمادی ہے کہ میرے حکم سے بچنے کے لیے اگر تم سیکورٹی کا انتظام کرلو، مضبوط ترین محل اور کوٹھیاں بنا کر ان میں بیٹھے رہو، اور یہ خیال کرو کہ ہمیں موت نہیں آئے گی۔ یا ہم موت سے بچ جائیں گے۔تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ جب میرا مقررہ وقت آ جائے گا، تو تم جہاں کہیں بھی ہوگے، ہمارا حکم تمھیں پہنچ جائے گا۔اوراس آیت میں اللہ تعالیٰ موت واقع کرنے کے مقصد کی طرف بھی اشارہ فرمارہے ہیں۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۱۸۵﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

’’ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے۔پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے، اور جنت میں داخل کر دیا جائے، بے شک وہ کامیاب ہوگیا۔اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔‘‘

موت کے واقع کرنے کا مقصد انسانوں سے ان کے کیے ہوئے اعمال کا حساب کتاب لینا ہے، اور پھر ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزاء دے کر جنت میں داخل کرنا یا جہنم رسید کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ موت پیدا ہی اس لیے کی ہے تاکہ انسان موت کے ڈر کو ذہن میں رکھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اس کے احکامات پر عمل کرے۔ ہر ایک کو اس بات کا علم ہے کہ موت واقع ہو کر رہے گی، لیکن اس کے باوجود زیادتی کرنے والے زیادتیاں کر رہے ہیں، گناہ کرنے والے دن بدن گناہ کرنے میں بڑھتے جارہے ہیں۔ اگر یہ ہوتا کہ موت آنی ہی نہیں ہے، یا حساب کتاب ہونا ہی نہیں ہے تو پھر تو اس دنیا میں ہر بڑا چھوٹے کو ختم کر دیتا، اس کے مال وعزت پر قبضہ کرلیتا اور انسان اپنی انسانیت کھو بیٹھتا۔

معلوم ہوا کہ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس کا انکار کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ ہر کوئی اپنے سامنے لوگوں کو مرتے دیکھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر اور حیات بعد الموت کے انکار کرنے والے اس دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

☆............☆............☆

باب نمبر 4

موت کی سختی

جس طرح موت کا واقع ہونا یقینی ہے، بالکل اسی طرح موت کی سختیاں بھی یقینی ہیں۔ اور موت کی سختی سے ہر انسان ضرور گزرتا ہے۔لیکن مومن کے لیے تخفیف ہوتی ہے اور کافر کے لیے یہ سختیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان سختیوں کا نقشہ قرآن پاک میں اس طرح کھینچا ہے۔

﴿ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ ﴾

(القیامة : ٢٦ تا ٣٠)

''ہرگز نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جائے گی، اور کہا جائے گا کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا، اور بیمار کو یقین ہو جائے گا کہ جدائی کی گھڑی آ گئی، اور پنڈلی پنڈلی سے چپک جائے گی، اس دن آپ کے رب کی طرف روانگی ہوگی۔''

جب موت کا وقت آئے گا تو انسان کے عزیز و اقارب اس کی تکلیف کو دیکھ کر پکاریں گے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے کہ جو اس کے ذریعے اس کے کرب و اذیت کو دور کر دے۔ اور اس وقت وہ آدمی جان جائے گا کہ کچھ ہی وقت کے بعد وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو جائے گا۔اور اس کے جسم کو مٹی میں دفن کر دیا جائے گا۔اور ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَىِٕذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾

تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾ (الواقعة : ٨٣-٨٧)

''پس جب کہ روح نرخرے تک پہنچ جائے گی، اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو گے ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں، لیکن تم نہیں دیکھ سکتے، پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں۔ اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹاؤ۔''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے موت کی سختی اور انسان کی بے بسی بیان فرمائی ہے کہ جب فرشتے آ کر اس کی روح نکالتے ہیں تو یہ ان کے سامنے بے بس و لاچار ہو جاتا ہے۔ عزیز و اقارب قریب ہوتے ہیں لیکن بچا نہیں سکتے، اس کی تکلیف کو دیکھ کر دور نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم اگر ان سختیوں سے بچنا چاہتے ہیں تو پھر اللہ کے مومن بندوں میں شامل ہو جائیں۔ ورنہ اللہ کی سختیاں بہت اذیت ناک ہیں۔ اس وقت انسان اگر توبہ کرے بھی تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ پھر مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾﴾

(قٓ : ١٩)

''موت کی سختیاں یقیناً پیش آئیں گی، یہی ہے جس سے تو بدکتا پھرتا تھا۔''

موت کی سختی برحق ہے، کوئی جتنا چاہے بھاگ لے موت کی سختی اس کو آ کر رہے گی۔ اس موت کی سختی کو دیکھتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا تھا۔

((عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِيْدٌ، وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ اَنْ يَّطُوْلَ عُمُرُ الْعَبْدِ وَيَرْزُقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْاِنَابَةَ.)) [1]

[1] مسند أحمد: ٣/٣٣٢، رقم: ١٤٥٦٤۔ شیخ شعیب نے اسے ''حسن لغیرہ'' قرار دیا ہے۔

''سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کی تمنا نہ کرو، جان کنی کی تکلیف بڑی شدید ہے، اور یہ خوش بختی کی علامت ہے کہ اللہ کسی بندے کی عمر لمبی کر دے اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔''

☆............☆............☆

باب نمبر 5

کافر اور نافرمان آدمی کا موت کے بعد حشر

کافر و نافرمان سمجھتا ہے کہ بس یہ دنیا ہی ہے، اس کے بعد کچھ بھی نہیں، لیکن جب یہ کافر اور نافرمان موت کے شکنجے میں آتا ہے تو اسے اس وقت اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ میں کتنے بڑے دھوکے میں تھا۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

جب نافرمان کو موت آتی ہے تو فرشتے اس کے ساتھ جو سلوک اختیار کرتے ہیں اُس کا تصور کر کے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور زمین بھی اس کو سزا دیتی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث میں وارد ہوا ہے۔

جب کافر اور نافرمان کی روح کو فرشتے قبض کر کے لے جاتے ہیں تو اس وقت جو اس کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

((قَالَ: وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِيلِ اِنْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ، مَعَهُمُ الْمُسُوحُ، فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ: اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ، اُخْرُجِىْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ.

قَالَ: فَتَفَرَّقُ فِىْ جَسَدِهٖ، فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السُّفُودُ مِنَ الصُّفُوفِ الْمَبْلُوْلِ، فَيَأْخُذُهَا، فَاِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِىْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِىْ تِلَاكَ الْمُسُوحِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيحِ جِيفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ، فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا،

فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلَى مَلَأٍ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا: مَا هٰذَا الرَّوحُ الْخَبِيْثُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ فَلَانُ بْنُ فُلَانٍ، بِاَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِىْ كَانَ يُسَمَّى بِهَا فِى الدُّنْيَا، حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ، فَلَا يُفْتَحُ لَهُ. ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۝﴾ [الاعراف: ٤٠]

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اُكْتُبُوْ كِتَابَهُ فِى سِجِّيْنٍ فِى الْأَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوْحُهُ طَرْحًا. ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝﴾ [الحج: ٣١] .))

’’کافر آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے، اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ (کے کفن) ہوتے ہیں، اور وہ اس سے حدنگاہ کے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں ، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے: اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف۔ روح جسم کے اندر جاتی ہے اور فرشتے اسے باہر کھینچتے ہیں، جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔ فرشتہ اس کی روح نکال لیتا ہے تو دوسرے فرشتے لمحہ بھر کے لیے اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کے کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ روئے زمین پر کسی مردار سے اُٹھنے والی بدترین سڑاند جیسی بدبو اس روح سے آرہی ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) لے جاتے ہیں (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر مقرب فرشتوں

پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں یہ کس خبیث (روح) کی بدبو ہے۔ جواب میں فرشتے کہتے ہیں: کہ یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے؟ بدترین نام جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر رسولِ اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''(کافروں کے لیے) آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوں گے، حتیٰ کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے۔'' (الاعراف:۴۰) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے، سب سے نچلی زمین میں موجود سجین میں اس کا اندراج کرلو اور کافر کی روح بری طرح زمین پر پٹخ دی جاتی ہے۔ اس کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ''جس نے اللہ سے شرک کیا وہ آسمان سے گر پڑا۔ اب اسے پرندے اچک لیں، یا ہوا اسے کسی دور دراز مقام پر پھینک دے۔'' (الحج:۳۱)

اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ کافر و نافرمان کا کیا حشر ہوگا۔ اور ان کافر و نافرمان لوگوں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے کہ جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے، اور پھر آخر میں مشرکوں کے بارے میں آیت مبارکہ کی تلاوت فرما کر اشارہ کردیا کہ مشرک لوگوں کی روحوں کے ساتھ بھی ایسا ہی حشر ہوگا، جس کی ایک جھلکی ان الفاظ میں ہے کہ؛ ''جب فرشتے اس کی روح کو اس طرح کھینچتے ہیں جیسے کانٹے دار لوہے کی میخ (سلاخ) گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔'' گیلی اون سے کانٹے دار لوہے کی سیخ کو باہر نکالنے کے منظر کو دیکھا جائے کہ کس قدر تکلیف دہ منظر ہوتا ہے۔ بلکہ اسی طرح کی تکلیف ان کافروں اور مشرکوں کو دی جاتی ہے، جس طرح کہ ان کی روح کو نکالا جاتا ہے۔ اور اس حدیث کے اگلے ٹکڑے میں کافر و نافرمان کی سزا کا تذکرہ ہے۔

((فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِیْ جَسَدِهٖ ، وَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ ، فَيُجْلِسَانِهٖ ،

فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهَ هَاهَ لَا اَدْرِيْ ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهَ هَاهَ لَا أَدْرِي . فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهَ هَاهْ لَا أَدْرِيْ ، فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ اَنْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا اِلَى النَّارِ ، فَيَأْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا ، وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ أَضْلَاعُهُ ، وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ ، قَبِيْحُ الثِّيَابِ ، مُنْتِنُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ: أَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُوْؤُكَ ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ ، فَيَقُوْلُ: مَنْ أَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ ، فَيَقُوْلُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ: فَيَقُوْلُ رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ .)) ❶

"(جب روح کو آسمان سے نیچے پھینک دیا جائے گا) تو روح کو دوبارہ جسم میں ڈال دیا جائے گا، اور پھر دو فرشتے آ کر اسے اُٹھا کر بٹھا دیں گے۔ پس وہ دونوں اس سے سوال کریں گے: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ دونوں اس سے کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ پس وہ دونوں اس سے کہیں گے: یہ آدمی جو کہ تم میں بھیجا گیا تھا، کون ہے؟ تو وہ کہے گا: ہائے افسوس! ہائے افسوس! میں نہیں جانتا! تو آسمان سے آواز آئے گی کہ اس نے جھوٹ بولا، اب اس کے لیے جہنم کا بستر بچھا دو، اور اس کے لیے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ تو وہاں سے (جہنم سے) آگ کی حرارت اور گرم ہوا اس کی طرف آئے گی، اور اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دیا جائے گا۔ حتی کہ اس کے دائیں جانب

❶ مسند احمد: ٤ / ٢٨٧، ٢٨٨، رقم: ١٨٥٣٤۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

کی ہڈیاں بائیں جانب اور بائیں جانب کی ہڈیاں دائیں جانب آجائیں گی۔ اور اس کے پاس ایک برے چہرے والا آدمی آئے گا جس کے کپڑے گندے ہوں گے، اور ان سے بدبو آرہی ہوگی۔ تو وہ اس کو آکر اس کے برے اعمال کی خوشخبری دے گا اور کہے گا: یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہے گا: تو کون ہے اس کا چہرہ بھی برا ہوگا؟ تو وہ کہے گا: میں تیرا برا عمل ہوں، تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تو قیامت برپا نہ کر۔''

اندازہ لگائیے کہ قبر میں اس کے لیے آگ کا بستر ہوگا، اور جہنم کی طرف سے دروازہ کھول دیا جائے گا، جس کی تپش اور گرم ہوا کی وجہ سے اسے راحت نہ مل سکے گی۔ اور اس کے برے اعمال ایک بدترین شکل کے آدمی کی صورت میں اس کے سامنے آجائیں گے۔ اور قبر اس کو قیامت تک دباتی رہے گی اور اس کی پسلیوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ اب کون ہے جو کہ ایسے عذاب کو سن کر اللہ کا نافرمان بنے؟ انسانی عقل اور دانشمندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ اللہ سے ڈر کر اللہ پر ایمان لایا جائے، اور اس کے احکامات کو تسلیم کیا جائے۔ لیکن ایک انسان ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں کافر کے بارے سخت رویے کا ذکر کچھ یوں بیان ہوا ہے۔

((عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ اِذَ وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ، وَتَوَلّٰی عَنْہُ أَصْحَابُہُ ـ اِنَّہٗ یَسْمَعُ قَرعَ نِعَالِھِمْ ـ أَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ، فَیَقُوْلَانِ لَہٗ: مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ ...... مُحَمَّدٍ ﷺ ؟...... فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ: فَیَقُوْلُ: أَشْھَدُ أَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ، فَیُقَالُ لَہٗ: اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ. قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا خَیْرًا مِّنْہُ. قَالَ: النبی ﷺ: فَیَرَاھُمَا جَمِیْعًا. وَأَمَّا الْکَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ: فَیُقَالُ لَہٗ: مَا کُنْتَ تَقُولُ فِی ھٰذَا الرَّجُلِ؟

فَيَقُولُ: لا أَدْرِيْ! كُنْتُ أَقُولُ كَمَا يَقُوْلُ النَّاسُ! فَيُقَالُ لَهُ: لا دَرَيْتَ وَلا تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ .)) ❶

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے، اور اس کے (دوست احباب رشتے دار) ساتھی (اس کو دفن کر کے واپس) چلے جاتے ہیں۔ تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ کو سنتا ہے۔ اسی دوران اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے: یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں؟ تو مومن کہتا ہے: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ تو اس کو کہا جاتا ہے: اپنا وہ ٹھکانہ دیکھو جو جہنم میں تھا، اس کو اللہ نے بدل کر جنت میں ٹھکانہ بنا دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ دونوں فرشتے اس کو اس کا ٹھکانہ جو جنت میں بنایا گیا ہوگا، دکھائیں گے۔ اور کافر یا منافق آدمی سے جب یہ کہا جائے گا کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے تو وہ جواب دے گا: میں نہیں جانتا، جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہہ دیتا تھا، تو اس کو کہا جائے گا: نہ تو جان سکا اور نہ ہی تو پڑھ سکا۔ پھر اس کو اس کے دونوں کانوں کے درمیان (یعنی دماغ میں) فرشتے (لوہے کے گرزوں کے ساتھ) ماریں گے۔ تو وہ اتنی زور سے چیخ مارتا ہے کہ جس کو جن وانس کے سوا ہر ایک چیز سنتی ہے۔''

اور اس سے بڑھ کر اور کیا وعید یا عبرت ہوسکتی کہ مرنے کے بعد بستر بھی آگ کا ہو، ہوا بھی آگ کی ہو اور زمین بھی دبا کر پسلیوں کے رُخ تبدیل کر دے، اور فرشتے دماغ پر

---

❶ سنن نسائي، كتاب الجنائز، رقم: ۲۰۵۱ ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

لوہے کے گرزوں سے مار مار کر قیامت تک اس کو اس عذاب میں مبتلا کرتے رہیں۔ اور اس گرز کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''اگر وہ گرز پہاڑ پر مارا جائے تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔'' تو انسانی اعضاء تو پہاڑ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کے مصائب، عذاب قبر اور جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔

(آمین)

☆............☆............☆

باب نمبر 6

مومن کی موت

کافر، منافق اور نافرمان آدمی کے مقابلے میں مومن آدمی کو جب موت آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی موت کی تکلیف کو بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی خوشخبریاں مل جاتی ہیں، اور انہی خیالات میں مومن کی روح پرواز کر جاتی ہے۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ﴿٣٢﴾﴾

(حٰمٓ السجدة: ٣٠-٣٢)

’’بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس (عقیدہ توحید اور عمل صالح) پر جمے رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو، اور نہ غم کرو، اور اس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست اور مددگار ہیں۔ اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور وہاں تمھیں ہر وہ چیز ملے گی، جس کی تمہارا نفس خواہش کرے گا، اور ہر وہ چیز جس کی تم تمنا کرو گے۔ بڑے معاف کرنے والے، بے حد رحم کرنے والے اللہ کی جانب سے تمہاری میزبانی ہوگی۔‘‘

موت کے وقت فرشتے مومنین کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جو زندگی اب آنے والی ہے۔

اس کے بارے میں آپ لوگ مطمئن رہیں۔ ہم دنیا میں بھی آپ کی راہنمائی کرتے رہے ہیں اور اللہ کے حکم سے آپ کی حفاظت کرتے رہے ہیں اور قیامت کے دن بھی ہم آپ کے ساتھ ہوں گے، قبر اور صور پھونکنے کے وقت بھی ہم آپ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

موت کی تکلیف بھی مومن لوگوں کے لیے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ، إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً ، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً .)) ❶

''کہ مومن کو جب کانٹا چبھتا ہے، یا اس سے بھی کوئی کم درجہ کی تکلیف پہنچتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتے ہیں، اور ایک گناہ مٹا دیتے ہیں۔''

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا حَزَنٍ وَلَا وَصَبٍ ، حَتَّى الْهَمَّ يَهُمُّهُ ، إِلَّا يُكَفِّرُ اللّٰهُ بِهِ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ .)) ❷

''مومن کو جب بھی کوئی مصیبت، غم یا دُکھ پہنچتا ہے، حتی کہ کوئی فکر جو اسے پریشان کرے، اس کے سبب اللہ تعالیٰ مومن کے گناہ مٹا دیتے ہیں۔''

مومن کے لیے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبریاں ہیں، تکلیف پہنچے تو درجات بلند، غم آئے تو گناہ کم کر دیئے جاتے ہیں۔

جب مومن موت کی کشمکش میں ہوتا ہے تو اسے فرشتے خوشخبری دے رہے ہوتے ہیں:

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا

---

❶ سنن ترمذي، كتاب الجنائز، رقم: ٩٦٥۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سنن ترمذي، كتاب الجنائز، رقم: ٩٦٦۔ سلسلة الصحيحة ، رقم: ٢٥٠٣.

الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ ﴾ (النحل: ٣٢)

''ان کی روحوں کو فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو، جو کچھ دنیا میں کرتے رہے تھے، ان کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

موت کے فرشتے ان مومن لوگوں کو موت کے وقت ان کا احترام کرتے ہوئے سلام کہتے ہیں، اور خوشخبری دیتے ہیں کہ تم لوگ اپنے نیک اعمال کی بدولت جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کا اکرام کرتے ہوئے ایک آیت میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٤٤﴾ ﴾

(الاحزاب: ٤٤)

''جس دن یہ اللہ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا، ان کے لیے اللہ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''

''رب العالمین آواز دے گا، اور کہے گا کہ اے وہ پاکیزہ روح جس نے دنیا میں اپنے رب کو یاد کیا، اس سے محبت کی، اور اس کی اطاعت و بندگی کے ذریعہ سکون و اطمینان حاصل کی ا، تو آج اس کے جوار میں چلی جا، درانحالیکہ تو اس کی عطا کردہ نعمتوں سے راضی رہے، اور وہ اب تجھ سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا۔

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ٥ وَادْخُلِي جَنَّتِي ٥ ﴾ (الفجر: ٢٧ تا ٣٠)

''اے (ایمان کی وجہ سے) مطمئن جان! تو اپنے رب کے پاس لوٹ چل درانحالیکہ تو اس سے راضی ہے، اس کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ پس تو میرے مقبول بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بات ان سے موت کے وقت اور قیامت کے دن کہی جائے

گی۔" [تیسیر الرحمن: ۲/۱۷۳۸]

تو اگر آپ یہ تحائف اور اکرام حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مومنین کی صف میں شامل ہو جائیں اور آدمی مومن اسی وقت بن سکتا ہے جب مکمل طور پر اللہ کا ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے پیغمبر کے فرامین پر کاربند ہو جائے۔ اور مومن کی پہچان موت کے وقت ہو جاتی ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ .)) [1]

"مومن، پیشانی کے پسینے کے ساتھ وفات پاتا ہے۔"

موت کی تکلیف کے سبب مومن کو پیشانی پر پسینہ آ جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو مومنین کے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہم سب پر موت کی سختیوں کو آسان فرمائے۔ آمین!

☆............☆............☆

[1] سنن ترمذی، کتاب الجنائز، رقم: ۹۸۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

باب نمبر 7

مومن کی موت کے بعد کے مراحل

جب مومن آدمی اس دنیائے فانی کو چھوڑ جاتا ہے، اور اپنے مالک حقیقی سے جاملتا ہے تو اس کی موت کے بعد ہی سے اس کے لیے خوشخبریاں اور آسانیاں اللہ تعالیٰ پیدا فرمادیتا ہے، اور مومن آدمی دنیا کی مصیبتوں سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت میں آرام پاتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيِّ الْأَنْصَارِيْ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مُرَّ عَلَيْهِ بِجِنَازَةٍ. قَالَ مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ؟ قَالَ: الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلَى رَحْمَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ.)) [1]

”سیدنا ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آرام پانے والا ہے یا آرام دینے والا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آرام پانے والے اور آرام دینے والے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مومن آدمی مرنے کے بعد دنیا کے مصائب و آلام سے نجات پا کر اللہ کی رحمت میں آرام پاتا ہے۔ اور فاجر آدمی کے مرنے سے لوگ، شہر، درخت اور

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت، رقم: ٦٥١٢.

چوپائے سب آرام پاتے ہیں۔''

مومن کی موت کے ساتھ ہی اس کے لیے خوشخبریاں شروع ہوگئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ اپنے صحابہ کو مومن کے بارے میں بتارہے ہیں کہ مومن موت کے واقع ہوتے ہی اللہ کی رحمت میں آرام پاتا ہے۔

اسی طرح جب مومن کی روح کو قبض کر کے فرشتے لے جاتے ہیں تو اس کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کچھ یوں بیان فرمارہے ہیں:

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِیْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ ، فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ ، وَلَمَّا يُلْحَد ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ ، كَأَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِنَا الطَّيْرُ ، وَفِی يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهٖ فِی الْأَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ، فَقَالَ: اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ . مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِی اِنْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ ، نَزَلَ اِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيْضُ الْوُجُوْهِ ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ اَكْفَانِ الْجَنَّةِ ، وَحَنُوْطٌ مِنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ ، حَتَّى يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ، ثُمَّ يُجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ ، فَيَقُوْلُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ . أُخْرُجِی اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ .

قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِی السِّقَاءِ فَيَأْخُذُهَا ، فَاِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِیْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَأْخُذُوْهَا ، فَيَجْعَلُوْهَا فِیْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ وَفِيْ ذٰلِكَ الْحَنُوْطِ ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ .

قَالَ: فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّوْنَ ـ يَعْنِي بِهَا ـ عَلَى مَلَإٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوْا: مَا هَذَا الرَّوحُ الطَّيِّبُ! فَيَقُوْلُوْنَ: فُلَانُ بْنُ فُلَان، بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمُّوْنَهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهُ، فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوْهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا، حَتَّى يُنْتَهٰى بِهٖ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِي فِيْ عِلِّيِّيْنَ، وَاَعِيْدُوْهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا أُعِيْدُهُمْ، وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرٰى.

قَالَ: فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَأْتِيْهِ مَلْكَان فَيُجْلِسَانِهٖ، فَيَقُوْلَان لَهُ: مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، فَيَقُوْلَان لَهُ: مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ: دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُوْلَان لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ فَيَقُوْلَان لَهُ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُوْلُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ، فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فِي السَّمَآءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ، فَأَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوْا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ.

قَالَ: فَيَأْتِيْهِ مِنْ رُوْحِهَا وَطِيْبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِيْ قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ. قَالَ: وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيْحِ، فَيَقُوْلُ: اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ. فَيَقُوْلُ لَهُ: مَنْ اَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالْخَيْرِ، فَيَقُوْلُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ فَيَقُوْلُ: رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتَّى أَرْجِعَ إِلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ.)) [1]

---

[1] مسند احمد: ٤ / ٢٨٧، رقم: ١٨٥٣٤۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

''سیدنا براء بن عازب روایت کرتے ہیں، ہم ایک انصاری کے جنازہ پر نبی ﷺ کے ساتھ نکلے، جب ہم قبر پر پہنچے اور قبر کی تکمیل میں کچھ دیر تھی۔ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ اور نبی ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، جس کے ساتھ آپ زمین کو کرید رہے تھے۔ اچانک آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اُٹھایا اور فرمانے لگے: اللہ سے قبر کے عذاب کی پناہ مانگو۔ نبی ﷺ نے یہ الفاظ دو یا تین مرتبہ کہے۔ پھر کہا: بے شک جب مومن آدمی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور آخرت کی طرف جاتا ہے، تو آسمان سے ایسے فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ ان کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے کفن ہوتا ہے، اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خوشبو ہوتی ہے حتی کہ وہ اس کی نظر کی پہنچ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتا ہے، حتی کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے، تو کہتا ہے: اے پاک نفس! اللہ کی رضا مندی اور مغفرت کی طرف نکل۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: تو روح جسم سے اس طرح نکلتی ہے کہ جس طرح مشکیزے کے منہ سے پانی کا قطرہ بہتا ہے، تو فرشتے اس کو پکڑ لیتے ہیں، اور پھر اس کو دیکھتے ہی دیکھتے جنتی کفن میں لپیٹ دیتے ہیں، اور اس خوشبو میں جس سے ایسی مہک نکلتی ہے جیسا کہ زمین میں کستوری کی خوشبو ہوتی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: تو وہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، تو وہ جب بھی فرشتوں کے گروہ میں سے کسی گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: فلاں بن فلاں کی ہے۔ تو وہ اس کو اچھے ناموں کے ساتھ جس کے ساتھ اس کو دنیا میں

پکارا جاتا تھا، اس کو پکارتے ہیں، حتی کہ جب وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں تو وہ اس کے لیے دروازے کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کے لیے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، تو وہ فرشتے اس کو ایک آسمان سے دوسرے قریبی آسمان کی طرف روانہ کردیتے ہیں، حتی کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچادی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے اس بندے کا نام علیین میں لکھ دو۔ اور اس کو زمین کی طرف لوٹادو۔ پس میں نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا، اور اسی کی طرف تم کو لوٹادوں گا، اور اس زمین سے میں تم کو دوبارہ نکالوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر روح کو اس کے جسم میں دوبارہ لوٹادیا جاتا ہے، پس اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو وہ اس کو بٹھادیتے ہیں۔ پس وہ دونوں فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا ہے: اللہ میرا رب ہے۔ تو وہ اس سے سوال کریں گے: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ جواب دے گا: میرا دین اسلام ہے۔ تو وہ دونوں فرشتے اس سے سوال کریں گے: یہ آدمی جو کہ تم میں بھیجا گیا تھا کون ہے؟ تو وہ جواب دے گا: وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ فرشتے سوال کریں گے کہ تو نے کیسے جانا (کہ یہ رسول ہیں)؟ تو وہ کہے گا: میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا تھا تو میں اس پر ایمان لے آیا، اور اس کی تصدیق کردی۔ تو آسمان سے آواز آئے گی کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے تو اب اس کے لیے جنت کے بستر میں سے ایک بستر لے آؤ، اور اس کو جنتی لباس پہنادو اور اس کے لیے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس جنت سے جنت کی خوشبو اور ہوا آئے گی، اور اس کی قبر تاحدِ نظر وسیع کردی جائے گی۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: اس کے پاس اچھے اور خوبصورت چہرے والا،

خوبصورت لباس والا، اور اچھی خوشبو والا آدمی آئے گا، تو وہ کہے گا: اپنے اچھے اعمال کے ساتھ خوش ہو جا، آج وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو وہ جنتی اس سے پوچھے گا، تو کون ہے؟ تو خوبصورت چہرے کے ساتھ آیا، تو وہ کہے گا: میں تیرا عمل صالح ہوں۔ تو وہ جنتی کہے گا: اے میرے رب! قیامت کو برپا کر دے، تاکہ میں اپنے اہل اور مال میں واپس پہنچ جاؤں۔''

اس حدیث کے الفاظ ایسے جامع ہیں کہ اس کے بعد کوئی کسر باقی نہیں رہ جاتی، لیکن اس کے بعد بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے فرامین سے روگردانی کرے تو اس سے بڑھ کر بدبخت انسان کوئی نہیں ہوسکتا۔ اے اللہ! ہمیں ایسے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہو جائے۔ آمین!

اس ضمن میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث ہے:

((مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ . قَالَتْ عَائِشَةُ: أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَالِكِ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهِ ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ ، فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهُ ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَهُ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ ، كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ .)) [1]

''جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے۔ اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے

[1] صحيح بخاري، كتاب الرقاق، باب من احب لقاء الله، رقم: ٦٥٠٧.

ملنا پسند نہیں فرماتا۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ محترمہ نے کہا: موت تو ہمیں بھی ناپسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی ملاقات سے مراد موت نہیں، بلکہ مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضامندی اور عزت افزائی کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو ملنے والی نعمتوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی، اور وہ اللہ سے ملنا چاہتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند فرماتا ہے۔ جب کافر کو موت آتی ہے، تب اسے آئندہ پیش آنے والے حالات سے زیادہ نفرت کسی چیز سے نہیں ہوتی، لہٰذا وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث پڑھنے کے بعد ہر شخص کا دل یہی تمنا کرے گا کہ اللہ مجھے بھی اس اکرام سے نوازے، لیکن کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔

اگر یہ مقام اور اکرام چاہیے تو پھر اللہ کے احکامات پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل کرنے کے لیے کمر بستہ ہونا اور فہم و عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا منہج اختیار کرنا ہو گا۔ اپنے لیل و نہار، اپنے دن کے تمام اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں کے مطابق گزارنے ہوں گے جو کہ اصل ایمان ہے۔

☆............☆............☆

باب نمبر 8

موت سے پہلے ایمان لانا

دنیا میں ہر کام کرنے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر اس کام کو اس کے مقررہ وقت پر کیا جائے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر بعد میں کیا جائے تو اس کا کرنا نہ کرنا یکساں ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے ہوائی جہاز کی سیٹ بک کروائی اور اس کے لیے اس نے کئی ہزار روپے خرچ کیے۔ اس کے بعد اس کو 6 تاریخ کا وقت دیا جاتا ہے، لیکن وہ 7 تاریخ کو اپنی فلائٹ کے لیے جاتا ہے تو کیا کوئی اسے فلائی کرنے کی اجازت دے گا۔ ہرگز نہیں! یہ تو دنیا کا قانون ہے تو اللہ تعالیٰ کا قانون تو اس کے مقابلے میں کہیں سخت ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان لانے کے لیے شرط ہے کہ موت سے پہلے اللہ پر ایمان لایا جائے، کیوں کہ موت کے وقت یا اس کے بعد ایمان لانے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۸﴾ (النساء: ۱۸)

”اور اُن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب (ان میں سے کسی کی) موت سامنے ہوتی ہے، تو کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کر لی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے جو حالت کفر میں مر جاتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشادِ گرامی کچھ یوں ہے:

﴿وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا

وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ
بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ
وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ
خَلْفَکَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

(یونس : ۹۰ ۔ ۹۲)

’’اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں۔ بجز اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔ جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تا کہ ان کے لیے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔‘‘

فرعون کو جب موت کے اثرات نظر آنے لگے، اور اس کو یقین ہو گیا کہ اب میں نہیں بچ سکتا تو فوراً کہنے لگا: ((اٰمَنْتُ بِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْ آمَنْت بِهٖ بَنُوْ إِسْرَاءِ یْلَ)) ......’’میں بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اب تو ایمان لاتا ہے، جب کہ اس لمحے سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا، اور زمین میں فساد پھیلاتا رہا ہے۔ آج تیرا ایمان لانا نامقبول ہے اور آج میں تمہارے جسم کو نجات دوں گا، اور زمین پر ایک اونچی جگہ پر ڈال دوں گا۔ تا کہ تو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے اور لوگ جان لیں کہ تو ایک حقیر بندہ تھا، معبود نہیں تھا۔ اسی طرح کے ایک گروہ کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَکَفَرْنَا بِمَا کُنَّا بِهٖ مُشْرِکِیْنَ ﴿۸۴﴾

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ (المؤمن: ۸۴۔۸۵)

''ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اللہ واحد پر ہم ایمان لائے، اور جن جن کو ہم اس کا شریک بنا رہے تھے ہم نے ان سب سے کفر کیا، لیکن ہمارے عذاب کے معائنے کے بعد ایمان نے انھیں نفع نہ دیا۔ اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے نیک بندوں میں برابر چلا آ رہا ہے، اور اس جگہ کافر خراب وخستہ ہوئے۔''

یہاں پھر کافروں اور مشرکوں کا ذکر ہے جنھوں نے دنیا میں بہت سا مال، جائیداد، بلڈنگیں فیکٹریاں، کارخانے وغیرہ بنا رکھے تھے۔ اور جب ان سے ایمان لانے کا کہا جاتا تو یہ اپنے آپ کو ایمان والوں سے بہتر جانتے تھے اور ان کو حقیر کہتے تھے۔ لیکن جب ان پر اللہ کا عذاب آیا تو کہنے لگے: ہم سب طاغوتی طاقتوں کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ کے الٰہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ اب تمہارا ایمان لانا تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا اور یہ اللہ کا پہلی امتوں سے طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جب عذاب آ جائے تو پھر ایمان قبول نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی بات کی وضاحت فرمائی ہے:

﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ ﴾ (الشوریٰ: ۴۷)

''اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ اللہ کی جانب سے وہ دن آ جائے، جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے۔ تمھیں اس روز نہ تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی۔''

تو اس آیت میں بتا دیا کہ اللہ پر ایمان لے آؤ اس وقت سے پہلے جو اللہ نے مقرر کیا ہے۔ اور اس آیت میں مرنے کے بعد ایمان لانے کا ذکر کیا گیا ہے:

﴿قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴾ (السجدۃ: ۲۸-۲۹)

''آپ فرما دیں فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان (لانا) نفع نہ دے گا، اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔''

کفار کی تنگی کے باعث جب مسلمانوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا تو وہ کفار کیونکہ قیامت کے منکر تھے، وہ بطورِ مذاق کہتے تھے: اپنے رب سے کہو کہ دیر نہ کرے، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان ابھی اسی وقت فیصلہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ہے کہ اُس دن کی آمد پر کوئی شبہ نہیں ہے، اس لیے تم اس دن سے پہلے ایمان لے آؤ کیونکہ جب وہ دن آجائے گا تو کسی کافر کا ایمان اس کو فائدہ نہیں دے گا، اور نہ ہی اس کو مہلت دی جائے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر قیامت کے دن کا نقشہ بیان کیا ہے۔ جبکہ وہ ایمان لانے کی خواہش ظاہر کریں گے، لیکن اس وقت ان کو یہ خواہش فائدہ نہ دے گی، جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِن قَبْلُ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿٥٤﴾﴾

(سبا: ۵۱-۵۴)

''اور کاش آپ اس منظر کا مشاہدہ کرتے جب وہ گھبرائے ہوں گے، پھر بھاگ نہیں پائیں گے، اور نزدیک جگہ ہی سے پکڑ لیے جائیں گے، اور وہ لوگ کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے اتنی دور سے ایمان کو حاصل

کرنا کہاں ممکن ہوگا۔ جبکہ انھوں نے اس سے پہلے اس کا انکار کر دیا تھا۔ اور دور دور سے اَن دیکھی خبریں ہانکتے رہتے تھے۔ اور ان کے درمیان اور ان کی خواہش ایمان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کردی جائے گی۔ جیسا کہ اس سے قبل انہی جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بے شک وہ لوگ بہت ہی گہرے شک میں مبتلا تھے۔''

اس آیت میں مشرکین کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ قیامت والے دن ان کے دل و دماغ دہشت سے بھرپور ہوں گے، وہ کہیں بھاگ کر نہ جاسکیں گے، اور عذابِ جہنم سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آئے گی۔ تو انھیں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ ہم محمد ﷺ پر ایمان لاتے ہیں، لیکن وہ ایمان کو کہاں پاسکیں گے۔ وہ تو اس وقت بہت دور جاچکے ہوں گے اور ایمان لانے کی جگہ تو دنیا تھی۔ جب ایمان لانا مفید تھا، اور وہ نعمت ان سے بہت قریب تھی تو اس وقت یہ غفلت کا شکار رہے، تو اب ایمان لانا ان کے کسی کام کا نہیں ہوگا اور انھیں گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

☆............☆............☆

باب نمبر 9

بے ایمان لوگوں کے بہانے

اسی طرح ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے بے ایمان لوگوں کے حیلے بہانوں، باطل خیالات اور ہٹ دھرمی کا بیان کیا ہے:

﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّآ أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيٓ إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوٓا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾﴾ (الانعام: ۱۵۸)

''کیا یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا ان کے پاس آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے؟ جس روز آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آپہنچے گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا۔ یا اس نے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجیے کہ تم منتظر رہو۔ ہم بھی منتظر ہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں بھی کفار کو اللہ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے زجر وتوبیخ کی جارہی ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ، اور اللہ تعالیٰ نے دین اسلام پر اور نبی کریم ﷺ کی صداقت پر حجت بھی قائم کردی، دلائل بھی بھیج دیئے اور آیتیں نازل کردیں۔ اس کے باوجود بتوں کے پجاری اگر دین اسلام کی، اور خاتم النبیین کی مخالفت کرتے ہیں، تو کیا اب اس کا انتظار کرتے ہیں کہ فرشتے ان کی روح قبض کرلیں، یا اللہ تعالیٰ قیامت برپا کردے، اور ان سے نمٹنے کے لیے ان کے سامنے آجائے، یا قیامت کی بعض نشانیاں ظاہر

ہو جائیں وہ نشانیاں جن کے ظاہر ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اور کوئی ایمان و عمل کام نہ آئے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا ، فَإِذَا رَآهَا النَّاسُ آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا ، فَذَاكَ حِيْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ .)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا۔ قیامت نہیں آئے گی، جب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو تمام اہل زمین ایمان لے آئیں گے اور یہی وقت ہوگا، جب کسی آدمی کا ایمان اس کے لیے نفع بخش نہیں ہوگا جو پہلے سے مومن نہیں ہوگا۔''

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کی ہے:

((ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْ إِيْمَانِهَا خَيْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ ، وَدَابَّةُ الْأَرْضِ .)) [2]

''جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی کا ایمان نفع بخش نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا۔ مغرب سے طلوعِ آفتاب، دجال اور زمین کا جانور۔''

گذشتہ آیات اور احادیث مبارکہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایمان لانے کا کون سا وقت ہے؟ اور کس وقت ایمان قبول ہوگا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے جو اللہ پر ایمان نہیں لائے ہیں۔ کیونکہ موت کے وقت یا قیامت

---

[1] صحيح بخاري، كتاب التفسير، رقم: ٤٦٣٥.

[2] صحيح مسلم، كتاب الإيمان ، باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الايمان، رقم: ٣٩٨.

کے دن اس کی قبولیت نہیں ہوگی۔ بجائے اس کے کہ موت کے وقت افسوس کیا جائے یا قیامت والے دن افسوس کیا جائے تو آج ہی اللہ کی طرف رجوع کرلیں۔ کیوں کہ اللہ پاک نے ایمان کے لانے کا وقت بتادیا ہے۔ اور نبی مکرم ﷺ کی احادیث سے اس کی مزید توضیح ہوگئی ہے۔ اللہ ایمان وعمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆............☆............☆

باب نمبر 10

کافر یا برے آدمی کے لیے موت کی سختی

کافر اور برے آدمی کی سزا اس کی موت کے وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے اور روح کو قبض کرتے وقت فرشتے ان کا جو حشر کرتے ہیں، اور جس سختی کے ساتھ ان کی روح کو نکالتے ہیں۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں کچھ یوں کیا ہے۔

﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ ﴾

(الانعام : ۹۳)

''اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیوں کو جھیل رہے ہوں گے، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہیں گے: آج تم اپنی روحوں کو نکالو، آج تم رسوائی و ذلت کا عذاب اس لیے دیئے جاؤ گے کہ تم اللہ کے بارے میں ناحق باتیں کہتے تھے، اور تکبر کی وجہ سے اس کی آیتوں سے اعراض کرتے تھے۔''

کافروں کو جب موت آتی ہے تو فرشتے عذابِ نار اور سلبِ ایمان کی خبر دیتے ہیں، تو ان کی روحیں بھاگنے لگتی ہیں، اور باہر نکلنے سے انکار کرتی ہیں تو فرشتے انھیں مارنے لگتے ہیں تاکہ ان کی روحیں ان کے جسم سے باہر نکالیں۔ اس وقت فرشتے کہتے ہیں کہ اپنی روحوں کو اپنے جسموں سے نکالو۔ تم جو اللہ کے بارے میں ناحق باتیں بناتے تھے۔ آج ان کے بدلے میں تمھیں ذلت و رسوائی کا عذاب دیا جائے گا۔

سورۃ ''الانفال'' میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مار کا ذکر کیا ہے کہ فرشتے کس طرح ان

بے ایمان لوگوں کو موت کے وقت سختی میں مبتلا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ○ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ○﴾ (الانفال: ۵۰۔۵۱)

''اور اگر آپ وہ منظر دیکھ لیں تو تعجب کریں جب فرشتے کافروں کی روح نکالتے ہیں، ان کے چہروں، اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اب چکھو آگ کا عذاب، یہ ان اعمال کی سزا ہے جو تم نے ماضی میں کیے تھے۔ اور بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔''

''سورۂ محمد'' میں بھی اس بات کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾﴾

(محمد: ۲۷۔۲۸)

''پس اس وقت ان کا حال کیا ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر کوڑے برسائیں گے۔ ایسا اس لیے ہوگا کہ انھوں نے اس راہ کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا تھا، اور اس کی خوشنودی کو پسند نہیں کیا، تو اللہ نے ان کے نیک اعمال ضائع کر دیئے۔''

جب موت اور عذاب کے فرشتے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر لوہے کے گرزوں سے مار مار کر جہنم کی طرف لے جائیں گے تو انھیں ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا جائے گا کہ یہ سب کچھ صرف اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر دیا۔ اور اس کی خوشنودی کو تم نے ناپسند کیا تھا۔ تو جو تم نے کچھ اعمال کیے بھی تھے آج وہ بھی ضائع اور بیکار ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ پر ایمان لائے بغیر جتنے بھی اعمال کیے جائیں وہ سب بیکار اور ناکارہ ہیں، ان کا کوئی فائدہ

نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ''سورۃ النحل'' میں ان کا تذکرہ کچھ ان الفاظ میں کیا ہے کہ جب فرشتے ایسے لوگوں کی روح نکالنے لگتے ہیں تو یہ اپنے کفر وعصیان کی تردید کرتے ہیں، لیکن اس وقت ان کی کچھ نہ چل سکے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۲۹ ﴾

(النحل: ۲۸۔۲۹)

''ان کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کریں گے کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہوں گے، تو وہ نیازمندی کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم تو برا کام نہیں کر رہے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا: ہاں! بے شک تم لوگ جو کچھ کیا کرتے تھے انھیں اللہ خوب جانتا ہے۔ پس تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ یہاں تم ہمیشہ کے لیے رہو گے جو تکبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔''

ان کافروں کی جب جان نکالنے کے لیے فرشتے جاتے ہیں تو وہ اپنی موت کو دیکھتے ہوئے عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہیں، اور دہشت کے مارے شرک کا انکار کرتے ہیں، اور کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی شرک کیا ہی نہیں تھا۔ تو فرشتے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہاں تم نے شرک کا ارتکاب کیا تھا، اور اللہ تمہارے کرتوتوں کو خوب جانتا ہے۔ اس لیے جھوٹ بولنے اور انکار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب تم لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق جہنم کے مختلف طبقوں میں اس کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ، اور ہمیشہ کے لیے اسی میں جلتے رہو۔ جو اللہ سے منہ پھیرنے والوں کے لیے بدترین ٹھکانہ ہے تو دنیا میں دانا و دانش مند آدمی وہی ہوتا ہے جو کہ اپنے آنے والے وقت سے پہلے اس کی تیاری کر لے۔ اور پھر نقصان ہو جانے پر یا وقت کے گذر جانے کے بعد ملامت وافسوس کرنا بے وقوفی ہے۔ اللہ ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

باب نمبر 11

انبیاء علیہم السلام اور موت

سیّدنا آدم علیہ السلام اور موت:

اس موضوع کے تحت بعض عقائد کے شکوک بھی دور ہو جائیں گے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس موت کی گھاٹی سے گذر کر گئے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے موت کا فیصلہ اپنی باقی مخلوق کے لیے مقرر کیا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی تھا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تھا، تو انہیں بھی موت آئی، چنانچہ سیدنا ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الْأَيَّامِ ، وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ، وَهُوَ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ يَوْمِ الْأَضْحَى وَيَوْمِ الْفِطْرِ ، فِيهِ خَمْسُ خِلَالٍ: خَلَقَ اللّٰهُ فِيهِ آدَمَ ، وَأَهْبَطَ اللّٰهُ فِيهِ آدَمَ إِلَى الْأَرْضِ ، وَفِيهِ تَوَفَّى اللّٰهُ آدَمَ ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا الْعَبْدُ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ حَرَامًا ، وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ ، مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَلَا سَمَاءٍ وَلَا أَرْضٍ وَلَا رِيَاحٍ وَلَا جِبَالٍ وَلَا بَحْرٍ إِلَّا وَهُنَّ يُشْفِقْنَ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ .)) [1]

”جمعہ سارے دنوں کا سردار ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظمت والا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دنوں سے بھی زیادہ افضل ہے،

---

[1] سنن ابن ماجة، ابواب اقامة الصلوٰة، باب فی فضل الجمعة، رقم: ١٠٨٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

اس دن کی پانچ خاص باتیں یہ ہیں: (۱) اس روز اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ (۲) اس روز اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا۔ (۳) اس روز اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کو وفات دی۔ (۴) اس روز ایک ایسی گھڑی ہے جس میں بندہ اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے جب تک بندہ حرام کام کا سوال نہ کرے۔ (۵) جمعہ کے روز قیامت قائم ہوگی، لہٰذا تمام مقرب فرشتے، آسمان و زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا جمعہ کے دن ڈرتے رہتے ہیں۔''

اس حدیث مبارکہ میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جب پوری انسانیت کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام بھی اللہ کے اس حکم سے مستثنیٰ نہیں، تو پھر باقی سب تو ان کی اولاد ہیں، ان کے لیے تو بالاولیٰ یہی حکم ہے۔

سیّدنا یعقوب علیہ السلام اور موت:

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا یعقوب علیہ السلام کی موت کا تذکرہ کچھ یوں فرمایا:

﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ ﴾ (البقرہ: ۱۳۳)

''کیا یعقوب کے انتقال کے وقت تم موجود تھے جب انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباؤ واجداد، ابراہیم، اور اسماعیل، اور اسحاق کے معبود کی، جو معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔''

اس آیت میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی موت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ موت کا فیصلہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ باقی مخلوق کے لیے ہے۔

سیّدنا سلیمان علیہ السلام اور موت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾﴾ (سبا: ١٤)

''پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی، بجز گھن کے کیڑے کے، جو ان کی لکڑی کو کھا رہا تھا۔ پس جب سلیمان گر پڑے، اس وقت جنوں نے جان لیا، اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک سال تک سیدنا سلیمان علیہ السلام کی موت کی خبر جنوں کو نہیں ہوئی تھی۔ جب گھن نے ان کی لکڑی کو کھایا اور وزن کی وجہ سے لکڑی ٹوٹ گئی تو تب انہیں معلوم ہوا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم بجائے اسکے کہ دنیاوی لوگوں کے دھوکے اور فراڈ میں مبتلا رہیں ہمیں آخرت کی فکر اور موت کی تیاری کرنی چاہیے تاکہ اس کے بعد آنے والے مراحل میں آسانی ہو۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور موت:

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ آپ کو اور تمام انسانوں کو موت لاحق ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ (الزمر: ٣٠)

''اے میرے نبی! آپ بھی مر جائیں گے اور یہ لوگ بھی مر جائیں گے۔''

موت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی آ کر رہی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ کیفیت بیان کی ہے

کہ جس کس طرح آپ پر موت کی سختی طاری ہوئی۔ اس سلسلہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: وَا كَرْبَ أَبَتَاهُ! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا كَرْبَ عَلٰى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ، إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكِ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا. الْمُوَافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❶

''جب رسول اکرم ﷺ کو موت کی تکلیف شروع ہوئی تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے باپ کی تکلیف! رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے باپ کو ایسی تکلیف کبھی نہیں ہوگی، تمہارے باپ کو موت کے وقت ایسی تکلیف آئی جو آئندہ قیامت تک کسی اور کو نہیں آئے گی۔''

اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی موت کے وقت کی تکلیف کا ذکر کچھ یوں فرماتی ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ، فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ طَفِقْتُ أَنْفِثُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفِثُ وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْهُ.)) ❷

''بے شک رسول اللہ ﷺ کو جب تکلیف ہوتی تو آپ معوذات پڑھ کر اپنے جسم پر پھونک مارتے، اور اپنے جسم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ چھوتے تھے، تو جب آپ کو موت کی وجہ سے تکلیف ہوئی تو میں معوذات پڑھ کر جس طرح آپ خود دَم کرتے تھے میں بھی

❶ سنن ابن ماجة، ابواب الجنائز، باب ذكر وفاته، رقم: ١٦٢٩۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٧٣٨.

❷ صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبيﷺ، رقم: ٤٤٣٦.

آپ کو دَم کرتی، اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔''

موت کی تکلیف کی شدت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرما رہی ہیں کہ اس قدر آپ کو تکلیف تھی کہ آپ خود اپنے آپ کو دَم بھی نہ کر پاتے۔ حالانکہ جب بھی نبی کریم ﷺ کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے تھے تو آپ ﷺ دَم کر کے اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ لیکن موت کی سختی کی وجہ سے آپ اتنا بھی نہ کر پائے تو میں نے آپ کو دَم کیا، اور آپ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر بطورِ تبرک پھیرا تاکہ کچھ راحت ہو جائے۔

ایک اور مقام پر سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی تکلیف کو کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِي وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ قَالَ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ ، فَأَجْلَسْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا بِيَدِهِ أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ، قَالَتْ: ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ فَصَلَّىٰ بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ .)) [1]

''بے شک رسول اللہ ﷺ جب میرے گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی، آپ نے فرمایا: مجھ پر سات مشکیزوں کا پانی ڈالو تاکہ لوگوں کو کچھ نصیحتیں کر سکوں۔ پس ہم نے آپ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لگن (ٹب) میں بٹھایا۔ جو کہ نبی ﷺ کی بیوی تھیں، پھر آپ پر مشکیزوں کا پانی ڈالنا شروع کر دیا حتی کہ آپ اپنے ہاتھ کے ساتھ ہمیں اشارہ کرنے لگے کہ بس ہو چکا۔ پھر آپ لوگوں کی طرف نکلے، اور ان کو نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا۔''

[1] صحيح بخاری ، كتاب المغازی، رقم: ٤٤٥٤

بالآخر رسول اللہ ﷺ کو موت لاحق ہوگئی۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تلاوت کی، اور ان کی تلاوت سن کر تمام صحابہ نے تلاوت کرنی شروع کر دی، اور عمر رضی اللہ عنہ تھرا کر بیٹھ گئے، اور انہیں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔ ❶

آیت یہ ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّكِرِينَ۝﴾ (آل عمران: ١٤٤)

''اور محمد صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت انبیاء گزر چکے ہیں، تو کیا وہ مر جائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے، تو تم لوگ اُلٹے پاؤں (دین سے) پھر جاؤ گے، اور جو دین سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا، تو اللہ کا کچھ بھی نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔''

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم ﷺ کی وفات پر اظہارِ غم:

((عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَام: وَا كَرْبَ أَبَاهُ، فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَى أَبِيكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ: يَا أَبَتَاهُ، أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهْ، مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهْ يَا أَبَتَاهْ، إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهْ، فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَام: يَا أَنَسُ، أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ التُّرَابَ.)) ❷

---

❶ صحيح بخاری، کتاب ایضاً، رقم: ٤٤٤٢.

❷ صحيح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٤٦٢.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت مرض کی وجہ سے بے چینی بڑھ گئی، تو سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے کہا: آہ! ابا جان کو کتنی بے چینی ہے، تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے ابا جان کی یہ بے چینی نہیں رہے گی تو پھر جب آپ کی وفات ہوگئی تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھی: ہائے ابا جان! آپ اپنے رب کے بلاوے پر چلے گئے، ہائے ابا جان! آپ جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے، ہم جبرائیل علیہ السلام کو آپ کی موت کی خبر سناتے ہیں، پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفن کر دیے گئے تو آپ علیہا السلام نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے انس! تمہارے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش پر مٹی ڈالنے کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے تھے۔''

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اظہارِ غم:

((أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ، فَتَيَمَّمَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ، فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَىٰ، ثُمَّ قَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ، أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا.)) [1]

''ابوسلمہ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ، سنح سے گھوڑے پر آئے اور آکر اُترے، پھر مسجد کے اندر گئے، کسی سے آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے۔ نعش مبارک ایک یمنی چادر سے ڈھکی ہوئی تھی۔

[1] صحیح بخاری، ایضًا، رقم: ٤٤٥٢، ٤٤٥٣.

آپ نے چہرہ کھولا، اور جھک کر چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے، پھر کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت طاری نہیں کرے گا۔ جو ایک موت آپ کے مقدر میں تھی وہ آپ پر طاری ہو چکی ہے۔''

مذکورہ بالا تمام احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین ﷺ بھی موت کی سختی سے نہیں بچ سکے۔ موت کا فیصلہ ہر خاص و عام کے لیے اٹل ہے اور موت کی سختیوں سے ہر ایک کو دوچار ہونا پڑے گا۔ اسی سلسلے میں ایک اور حدیث رسول کچھ یوں ہے۔ جب آپ پر موت کی سختی بڑھ گئی تو آپ کی کیفیت کیا تھی، امام بخاری رحمہ اللہ اس کو یوں نقل کرتے ہیں:

((فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ يَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ، ثُمَّ نَصَبَ يَدَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ: فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى، حَتَّى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهُ.)) [1]

''موت کی شدت کی وجہ سے قریب پڑے پانی والے برتن میں دونوں ہاتھ ڈال کر بار بار آپ اپنے چہرے مبارک پر پھیرتے، اور فرماتے: لا الہ الا اللہ موت کے وقت سختیاں ہوتی ہیں، پھر اپنا ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگے: '' فی الرفیق الاعلیٰ ''۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ رحلت فرما گئے، اور آپ کا ہاتھ مبارک جھک گیا۔''

☆............☆............☆

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ٤٤٤٩.

باب نمبر 12

سلف صالحین رحمہم اللہ اور سکرات الموت

امام مالک رحمہ اللہ اور موت:

بچھڑا وہ کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اسمعیل بن ابی اویس نے فرمایا: امام مالک رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو میں نے اپنے گھر کے بعض افراد سے پوچھا کہ موت کے وقت انہوں نے کیا کہا؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ کلمہ شہادت پڑھا، پھر کہا: ﴿لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾ (الروم: ٤) ''اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔'' ❶

امام ابوحازم رحمہ اللہ اور موت:

محمد بن مطرف سے روایت ہے کہ ابوحازم رحمہ اللہ کی جان کنی کے وقت ہم ان کے پاس گئے، اور ان کی خیر و عافیت دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا: میں بخیر و عافیت ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے پر اُمید ہوں، اور اس سے حسن ظن رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ دونوں شخص برابر نہیں ہوسکتے، ایک وہ جو اپنی آخرت بنانے کے لیے صبح و شام دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور موت آنے سے پہلے اپنے نیک اعمال آگے بھیجتا رہتا ہے یہاں تک کہ آخرت قائم ہو جائے تو یہ آخرت کا استقبال کرے گا اور آخرت بھی اس کا استقبال کرے گی۔ اور دوسرا وہ شخص جو دوسرے کی دنیا بنانے کے لیے صبح و شام دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور آخرت کی طرف اس حال میں لوٹتا ہے کہ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ ❷

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ٨/٤٨، ١٣٥.
❷ نزهة الفضلاء، ص: ٥٢٥.

جناب عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ اور موت:

جب عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ پر موت کی کیفیت طاری ہوئی تو رونے لگے اور فرمایا: ایسی پچھاڑنے کی جگہ کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے، اے اللہ! میں تجھ سے کمی اور زیادتی میں، استغفار کرتا ہوں، اور تمام گناہوں سے تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه''...... ''اللہ کے علاوہ کوئی معبود (حقیقی) نہیں'' پھر اس کلمہ کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے، اللہ ان پر رحم فرمائے۔ [1]

امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ اور موت:

ابوجعفر تستری نے کہا: ہم ابوزرعہ رحمہ اللہ کے پاس اس حال میں آئے کہ وہ جان کنی کے عالم میں تھے، اور ان کے پاس ابو حاتم، محمد بن مسلم، منذر شاذان اور علماء کی ایک جماعت موجود تھی تو لوگوں نے تلقین والی حدیث بیان کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''اپنے مرنے والوں کو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی تلقین کرو۔'' [2]

پس لوگ ابو زرعہ رحمہ اللہ سے شرم محسوس کرنے لگے، اور ڈرے کہ انہیں تلقین کریں، لوگوں نے کہا: لاؤ حدیث کو ذکر کرتے ہیں، تو محمد بن مسلم نے کہا: ہم سے بیان کیا ضحاک بن مخلد نے، ضحاک بن مخلد نے روایت کیا عبدالحمید بن جعفر سے، عبدالحمید بن جعفر نے صالح سے، اور اس کے آگے لوگ خاموش تھے تو ابوزرعہ رحمہ اللہ نے کہا: اس حال میں کہ وہ حالت نزع میں تھے، ہم سے بندار نے بیان کیا، کہا ہم سے ابو عاصم النبیل نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالحمید بن جعفر نے صالح بن ابوعریب سے انہوں نے کثیر بن مرہ جہنی سے، انہوں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ ، لَا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ .))

''جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

[1] لطائف المعارف، ص: ٥٧٥.
[2] صحيح سنن ابو داؤد، باب التلقين، رقم: ٣١١٧.

یہ حدیث بیان کی، پھر وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ ❶

معز الدولہ اور موت:

سلطان ابو الحسین احمد بن بویہ الملقب ''معز الدولہ'' جس نے عراق پر بیس سال سے زائد بادشاہت کی، اور اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتا رہا، جب بیمار ہوا تو توبہ کی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ سے رضا مندی کی دعا، اور صدقہ وخیرات کیا، غلاموں کو آزاد کیا، شراب کو بہایا، اپنے کیے ہوئے ظلم واستبداد پر نادم ہوا، اور اپنے مال ودولت کو رشتہ داروں کی طرف لوٹا دیا۔

جب ان کی موت کا وقت آیا تو بعض علماء کو جمع کیا، اور اپنی توبہ کا اقرار کیا، جب صحابہ کرام کے متعلق ان سے سوال کیا گیا، تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور برتری کو بیان کیا، اور یہ بھی ذکر کیا کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی جو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی ان کی شادی سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کی، اور رونے لگے یہاں تک کہ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ ❷

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور موت:

سیّدنا ہمام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے، ان سے کہا گیا: اے ابو ہریرہ! کون سی چیز آپ کو رُلا رہی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

''زادِ راہ کی کمی، سفر کی مسافت، اور دشوار گزار گھاٹی، جس کی انتہا جنت ہے یا جہنم۔'' ❸

سیّدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور موت:

سیّدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت کچھ لوگ ان کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ کہہ رہے تھے: ''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں یقیناً میں تجھ سے خوف کھاتا تھا لیکن آج تجھ سے پر اُمید ہوں۔'' ❹

---

❶ الجرح والتعدیل، لأبی حاتم الرازی: ١/ ٣٤٥-٣٤٦.

❷ سیر اعلام النبلاء: ١٦ / ١٨٩، ١٩٠ - التذکرة فی احوال الموت والآخرة، ص: ٨٠.

❸ وصایا العلماء عند حضور الموت، للربعی، ص: ٥٨.

❹ نزهة الفضلاء، ص: ٢١٩.

باب نمبر 13

فکرِ آخرت

جوانی میں عدم کے واسطے سامان پیدا کر غافل
مسافر شب کو اُٹھتا ہے ، جو جانا دور ہوتا ہے

عقل منداور دانا انسان وہی ہے جو کہ سفر کرنے سے پہلے اپنی منزل کا تعین کرتا ہے، اور اس کے لیے زادِ راہ کا انتظام کرتا ہے، دنیا میں انسان بھی ایک مسافر کی ہے، اوراس کی منزل جنت ہے، او راس کا زادِ راہ نیک اعمال ہیں تو انسان کو کوشش بھی پھر اسی کی طرف کرنی چاہیے۔ تاکہ اپنے مقصد اور سفر میں کامیاب ہو سکے۔ تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کی راہنمائی فرمائی ہے کہ آخرت کی فکر، اور آخرت کے لیے کی جانے والی تمام تر کوششیں تیری کامیابی کی علامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۞﴾ (بنی اسرائیل: ۱۹)

"اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو، اوراس آخرت کے لیے اس کی کوشش بھی ہوتی ہے، اور یہ کوشش اس حال میں ہو کہ وہ مومن ہو تو انہی جیسے لوگوں کی کی جانے والی کوششوں کی اللہ کے ہاں پوری قدر دانی کی جائے گی۔"

اس آیت میں واضح الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ آخرت کے لیے کی جانے والی کوششوں کی اللہ کے ہاں بہترین قدر دانی کی جاتی ہے، لیکن اس کے لیے حالتِ ایمان اتباع رسول ﷺ شرط ہے، اور پھر اللہ تعالیٰ بھی نیکیوں میں بڑھنے کی طرف ترغیب دیتے ہوئے قرآن مجید میں کچھ یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾﴾ (البقرہ : ۱۴۸)

''اور ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے تم نیکیوں کی طرف دوڑو، جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تمہیں لے آئے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نیک اعمال کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو، کیونکہ انسان کا بہترین زادِ راہ اور بہترین ساتھی اس کے نیک اعمال ہیں جو کہ مرنے کے بعد اس کے کام آتے ہیں، جیسا کہ سیّدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهٗ .)) [1]

''جب انسان مرجاتا ہے، تو اس سے اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین اعمال ایسے ہیں جو کہ منقطع نہیں ہوتے: (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) وہ علم جس سے لوگ فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ (۳) نیک اولاد جو کہ اس کے لیے دعا کرتی ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال انسان کا بہترین زادِ راہ ہے، اور آخرت کے لیے بہترین توشہ ہے۔ یہ آخرت کی فکر انبیاء علیہم السلام نے اپنے ساتھیوں کو دی ہے، جیسا کہ سیّدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔ قرآن مجید اس کو اس طرح بیان کرتا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾﴾

(الاعراف : ۵۹)

''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! تم

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الوصية، رقم: ٤٣٢٣.

اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں، مجھے تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔''

اسی طرح سیّدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم کو آخرت کی فکر کی دعوت دے رہے ہیں:

﴿وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۲۱﴾﴾ (الاحقاف : ۲۱)

''عادیوں کے بھائی کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا، اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں، اور اس کے بعد بھی، یہ کہ تم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر بڑے دن کے عذاب سے خوف کھاتا ہوں۔''

اسی طرح سیّدنا موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کی دعوت فکر آخرت کچھ یوں بیان کی گئی ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾﴾ (المائدہ : ۷۲)

''بے شک وہ لوگ جو کافر ہوگئے، جن کا قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے، حالانکہ خود مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔''

اسی طرح سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اُمت کو ایسی ہی دعوتِ فکر دی ہے:

﴿قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ مَّن يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾﴾ (الانعام: ۱۵،۱۶)

"آپ کہہ دیجیے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے تو اس پر اللہ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے۔"

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِآيَةٍ حَتَّى أَصْبَحَ يُرَدِّدُهَا وَالْآيَةُ: ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾.))

"ایک رات رسول اکرم ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے، اور یہی آیت بار بار پڑھتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی۔"

﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾﴾ (المائده: ۱۱۸)

"اگر تو انہیں عذاب دے گا تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں معاف کر دے گا، تو بے شک تو زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے۔" [1]

گویا کہ ہر نبی نے اپنے قوم کو فکر آخرت کی دعوت دی ہے، اور اس کی تفہیم کے لیے دن رات کوشاں رہے، حتی کہ اپنی قوم والوں سے ماریں بھی کھائیں، ان کی زبان سے گھٹیا اور برے الفاظ بھی سنے، تاکہ لوگوں کو آخرت کی فکر میں مگن کریں، لیکن ہدایت وہی پاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے، اور وہ ہدایت کے لیے کوشش بھی کرتے ہیں، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے اور صحابیات کی زندگی سے ثابت ہوتا ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلوٰة، باب ما جاء فى القرأة فى صلوٰة الليل، رقم: ۱۳۵۰۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "حسن" قرار دیا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور فکرِ آخرت:

’’سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے مرض الموت میں رونے لگے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمانے لگے: میں تمہاری اس دنیا کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ طویل سفر اور قلت زادِ سفر کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں نے ایسی بلندی پر شام کی ہے جس کے آگے جنت ہے یا جہنم اور میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے میرا مقام کون سا ہوگا۔‘‘ [1]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور فکرِ آخرت:

((حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ حَكِيْمٍ قَالَ: قَالَتْ لِيْ فَاطِمَةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمَلِكِ، اِمْرَأَةُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، يَا مُغِيْرَةُ! اِنَّهٗ يَكُوْنُ فِي النَّاسِ مَنْ هُوَ اَكْثَرُ صَلَاةً وَصِيَاماً مِنْ عُمَرَ، وَمَا رَأَيْتُ اَحَدًا قَطُّ اَشَدَّ فَرَقًا مِنْ رَبِّهٖ مِنْ عُمَرَ، كَانَ اِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ قَعَدَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَبْكِيْ حَتّٰى تَغْلِبَهٗ عَيْنُهٗ ثُمَّ يُنَبِّهُ فَلَمْ يَزَلْ رَافِعًا يَدَيْهِ يَبْكِيْ حَتّٰى تَغْلِبَهٗ عَيْنُهٗ.)) [2]

’’مغیرہ بن حکیم فرماتے ہیں: مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی بیوی فاطمہ بنت عبد الملک کہتی ہیں: اے مغیرہ! لوگوں میں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ نماز اور روزے کا اہتمام کرتے تھے، اور میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز پڑھ لیتے تھے تو مسجد میں بیٹھ جاتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیتے اور زار و قطار رونا شروع کر دیتے، پھر کچھ وقت ٹھہرتے، تو پھر دوبارہ اسی حالت میں زار و قطار رونا شروع کر دیتے۔‘‘

---

[1] كتاب الزهد، لابن مبارك، ص: ٣٨.

[2] شعب الايمان، باب في الخوف من الله تعالىٰ، رقم: ٩٧٦.

اسی طرح سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَ رَأْسُ عُمَرَ عَلٰى فَخِذِيْ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ لِيْ: ضَعْ رَأْسِيْ، قَالَ: فَوَضَعْتُهُ عَلٰى الْأَرْضِ، فَقَالَ: وَيْلِيْ وَوَيْلُ أُمِّيْ إِنْ لَّمْ يَرْحَمْنِيْ رَبِّيْ.)) ❶

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مرض الموت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سر میری ران پر تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: میرا سر (زمین پر) رکھ دو میں نے آپ کا سر زمین پر رکھ دیا تو آپ نے کہا: میرے لیے اور میری ماں کے لیے ہلاکت ہے (بربادی ہے) اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ کیا۔''

یہ اس صحابی رسول کی حالت ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دنیا میں سنا دی تھی، لیکن اس کے باوجود پھر بھی نماز اور روزوں میں کثرت کا اہتمام کرتے، اور پھر بھی آخرت کی فکر اس قدر ہے کہ مرض الموت میں یہ الفاظ کہے بغیر نہ رہ سکے '' وَيْلٌ وَوَيْلُ أُمِّيْ إِنْ لَّمْ يَرْحَمْنِيْ رَبِّيْ. ''

اور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھیں جن کے اللہ نے سارے گناہ بھی معاف کر دیے، لیکن فکر آخرت پھر بھی دل میں موجود ہے۔

((عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَيَقُوْمُ، أَوْلَيُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ، فَيُقَالُ لَهُ: فَيَقُوْلُ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا، وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا: لِمَ تَصْنَعْ هٰذَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.)) ❷

---

❶ نظرة النعيم: ٥ / ١٨٩٦.

❷ صحيح بخاری، باب قيام النبیؐ اللّيل، رقم: ١١٣٠ و كتاب التفسير، رقم: ٤٨٧٣.

''سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر قیام فرماتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں متورم ہو جاتے تھے تو جب آپ سے مشقت کے بارے میں کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا فرمانبردار بندہ نہ بن جاؤں۔

ان الفاظ کی وضاحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یوں ہوتی ہے کہ

''آپ رات کو اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے دونوں پاؤں سوجھ جاتے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول! آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اگر اللہ نے معاف کر دیا ہے تو) کیا میں اللہ کا اس نعمت پر شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔''

ایک اور حدیث میں ہے۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهٖ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ .)) [1]

''سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نماز پڑھ رہے تھے، اور آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے اس طرح آواز پیدا ہو رہی تھی کہ جیسے چکی کے چلنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کے دل میں کس قدر آخرت کی فکر اور آخرت کا ڈر طاری رہتا تھا۔ اللہ نے بشارتیں بھی سنا دی لیکن آخرت کا خوف اتنا ہے کہ اللہ سے رو رو کر التجا کرتے ہیں، اے اللہ! اس کٹھن موقعہ پر اپنی مدد فرمانا۔ اللہ ہم سب کو آخرت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی ہر مشکلات سے نجات دے دے۔ آمین

☆......☆......☆

---

[1] سنن ابی داؤد، باب البکاء فی الصلاۃ، رقم: ٩٠٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر 14

آخرت کے مراحل

دنیا کے اے مسافر منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے

(1) عذابِ قبر:

عذابِ قبر حق ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝﴾ (الأنفال : ٥٠)

”اور اگر آپ وہ منظر دیکھ لیں تو تعجب کریں جب فرشتے کافروں کی روح نکالتے ہیں، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اب چکھو آگ کا عذاب“

اللہ رب العزت نے داعی الی اللہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تو فرعون اور فرعونیوں سے نجات دی، اور جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ سمندر میں غرق ہوا، اور فرعون اور فرعونیوں کو بد ترین عذاب نے آ گھیرا، دنیا میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ سمندر میں ڈبو دیئے گئے۔ اور قبر اور برزخ میں صبح وشام یعنی ہر وقت ان کو آگ کا عذاب دیا جاتا ہے۔ اور جب قیامت آئے گی تو اللہ جل جلالہ، فرشتوں کو حکم دے گا کہ فرعون اور فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَوَقَاهُ اللَّهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا ۖ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا

اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾ (المؤمن : ٤٥ـ٤٦)

''پس اللہ نے اسے فرعون اور فرعونیوں کی بری سازشوں سے بچا لیا، اور فرعونیوں کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ وہ لوگ صبح و شام نارِ جہنم پر پیش کیے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت آ جائے گی، اللہ کہے گا فرعونیوں کو سب سے سخت عذاب میں داخل کرو۔''

علامہ سیوطی نے علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''العجائب'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''یہ آیت کریمہ عذابِ قبر کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لیے کہ آیت میں روحوں کو عذاب دیا جانا، روزِ قیامت کے عذاب سے پہلے بتایا گیا ہے۔'' (تیسیر الرحمن: ١٣٢٤/٢)

مزید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ ﴾

(ابراهيم : ٢٧)

''اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں حق بات یعنی کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، اور ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

قارئین کرام! یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے، چنانچہ ''صحیح بخاری'' میں ہے:

((يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا، نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ .)) [1]

''آیت کریمہ ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا ﴾ عذابِ قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَسْتَعِيْذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَقَالَ: إِنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ .)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ١٣٦٩.

[2] سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب العتبر، رقم: ٢٠٦٧۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

"یقیناً نبی کریم ﷺ عذاب قبر اور فتنۂ مسیح دجال سے پناہ مانگتے تھے، اور فرماتے: تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔"

سیدنا عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((مَرَّ النَّبِیَّ ﷺ عَلٰی قَبْرَیْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِی کَبِیرٍ کَانَ أَحَدُهُمَا لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ .)) ❶

"نبی کریم ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں (قبروں میں) عذاب ہو رہا ہے، اور کسی بڑی بات پر نہیں۔ (پھر فرمایا: ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا) اور دوسرا اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔"

ایک روایت میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا : أَنَّ یَهُودِیَّةً دَخَلَتْ عَلَیْهَا فَذَکَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا: أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، فَقَالَ: نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ ، قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَمَا رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰی صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ .)) ❷

"ایک یہودیہ عورت ان کے پاس آئی، اور عذاب قبر کا ذکر کیا اور ان سے کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ سیدہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! عذاب قبر ہے،" اس کے بعد میں نے آپ کو کوئی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۷۸.

❷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۷۲.

میں آپ نے عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔ امام عندر نے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں ''عذاب قبر حق ہے۔''

اور مزید برآں سیدنا اَبوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے:

((عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رضی اللہ عنہ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي ، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ ، وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ صَعِقَ .)) ❶

''سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ تیار ہوتا ہے، اور لوگ اسے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں تو نیک آدمی کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو، اگر نیک نہ ہو تو کہتا ہے: ہائے ہلاکت! مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ میت کی آواز انسانوں (اور جنوں) کے علاوہ ساری مخلوقات سنتی ہیں، اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائیں۔''

عذابِ قبر سے پناہ چاہنا:

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ .)) ❷

''اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور جہنم کے عذاب اور زندگی و موت کی آزمائشوں سے، اور کانے دجال کے فتنے سے تیری

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ١٣١٤.

❷ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم: ١٣٧٧.

پناہ چاہتا ہوں۔''

(2) حیات بعد الموت:

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، اس پر ہر صاحبِ دانش، صاحبِ ادراک اور صاحبِ تمیز انسان کا یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بعض مقامات پر کچھ ایسے واقعات کے ذریعے اس مسئلہ کو سمجھایا ہے تاکہ ایمان والے ایمان میں اور بڑھ جائیں، اور جو ایمان نہیں لاتے تھے وہ یقین لے آئیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے، جیسا کہ بنی اسرائیلیوں نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ جب تک ہم اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہ دیکھ لیں۔ تب تک ہم ایمان نہیں لائیں گے، اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گستاخانہ انداز پر اپنی قدرت کا نظارہ ان کو موت دے کر دوبارہ زندہ کر کے دکھایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾﴾ (البقرہ: ۵۵،۵۶)

''اور (تم اسے بھی یاد کرو) جب تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں، تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری، لیکن پھر اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا اس لیے کہ تم شکر گزاری کرو۔''

بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے جب انہوں نے اللہ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تو انہیں اس گستاخی کا خمیازہ بھگتنا پڑا کہ آسمان سے بجلی گری جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی جان لے لی، لیکن اللہ نے ان کو پھر اپنے فضل و کرم سے زندہ کر دیا، اس میں دوبارہ زندہ کر دیے جانے کی واضح دلیل ہے کہ جو اللہ مار سکتا ہے وہ زندہ بھی کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے رب سے مطالبہ کیا کہ اے اللہ! تو مارنے کے بعد دوبارہ کس طرح زندہ کرے

گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾﴾ (البقرة: ۲٦۰)

’’اور (غور کرو اس واقعہ پر بھی) جب ابراہیم نے کہا تھا: اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا، فرمایا: کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟ عرض کیا: کیوں نہیں؟ لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا: اچھا تم چار پرندے لے لو، اور انہیں اپنے سے مانوس کرلو، پھر تم ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا ڈال دو، پھر پکارو انہیں چلے آئیں گے وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے۔ اور خوب جان لو کہ بے شک اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔‘‘

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے ٹکڑے ٹکڑے کروا کر ہر پہاڑ پر علیحدہ علیحدہ رکھوا کر ان کو دوبارہ زندہ کر کے ثابت کر دیا کہ واقعی اللہ مرنے کے بعد دوبارہ وجود دینے پر بھی قادر ہے۔

اسی طرح جو انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین نہیں رکھتا، وہ گویا کہ اللہ کو جھٹلا دیتا ہے، جیسا کہ سیّدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی ہے:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: كَذَّبَنِی ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِی وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّایَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِی كَمَا بَدَأَنِی وَلَيْس أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ إِعَادَتِهِ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّایَ فَقَوْلُهُ: اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا، وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لِی كُفُوًا أَحَدٌ.)) [1]

[1] صحیح البخاری، تفسیر سورة اخلاص، رقم: ٤٩٧٤.

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اسکے لائق نہیں ہے، اور وہ مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لائق نہیں ہے، پس اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ میری بابت یہ کہتا ہے کہ اس نے جیسے مجھے پہلی بار پیدا کیا، وہ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا، حالانکہ میرے لیے پہلی مرتبہ پیدا کرنا اس کے دوبارہ لوٹانے سے زیادہ آسان ہے، اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ کی اولاد ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوا نہ میں کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔‘‘

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی نئی تخلیق کا ذکر یوں فرمایا ہے:

﴿يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾﴾ (قٓ: ٤٢، ٤٤)

’’جس روز اس تند و تیز چیخ کو یقین کے ساتھ سن لیں گے، یہ نکلنے کا دن ہوگا، بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے ہیں، اور ہم ہی مارتے ہیں، اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، جس دن زمین پھٹ جائے گی، اور یہ دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے، یہ جمع کرلینا ہم پر بہت ہی آسان ہے۔‘‘

اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کے مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کا تذکرہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہمارے لیے یہ کوئی مشکل نہیں ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ انسان کے پور پور تک درست کردیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴿١﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿٣﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓي اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿٤﴾﴾

(القیامہ: ۱ تا ٤)

''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی، اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو، کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں، ہاں، کریں گے، ہم تو قادر ہیں کہ اس کے پور تک درست کر دیں۔''

لہٰذا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر ایمان لانا مسلمان کے لیے ضروری ہے، اور جو اس بات پر ایمان نہیں لاتا، وہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی اس آیت کو بھی جھٹلاتا ہے، تو جو اللہ کو جھٹلاتا ہے یا اس کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم جیسا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(3) صور کا بیان:

جب اس دنیا میں قیامت برپا کی جائے گی تو اللہ تعالیٰ صاحب صور کو حکم دے گا تو وہ صور پھونک دے گا، اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ جیسا کہ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

((كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدْ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ .)) [1]

''میں چین سے کیسے رہ سکتا ہوں جب کہ صور پھونکنے والا فرشتہ صور منہ میں لیے ہوئے، اپنے کان لگائے ہوئے ہے، اور منتظر ہے کہ اسے صور پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ صور پھونک دے۔''

اور جب وہ صور پھونکے گا تو اس وقت لوگ فوراً اُٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔ ان کی آنکھیں اوپر کو اُٹھی ہوں گی، وہ دیکھ رہے ہوں گے کہ اللہ رب العالمین ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ دوسرے نفخہ کے بعد تمام اجسام زندہ انسانوں کی شکل میں اُٹھ کھڑے ہوں گے، اور گروہ در گروہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سنن ترمذی، باب ما جاء فی شأن الصور، رقم: ۲۴۳۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۰۷۹.

﴿وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾﴾
(یٰس : ۵۱)

''تو صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے۔''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ وَ كُلٌّ أَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿٨٧﴾﴾ (النمل : ۸۷)

''جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اُٹھیں گے، مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔''

دوسرے صور کے بعد سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک سے اُٹھیں گے۔ آپ ﷺ کے بعد باقی لوگ اُٹھیں گے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآنِ مجید کی آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾﴾

(الزمر : ٦٨)

''اور صور پھونک دیا جائے گا، پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس وہ ایک دَم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔'' [1]

اور صور پھونکے جانے کے بعد رونما ہونے والے واقعات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید

---

[1] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ٣٢٤٥۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝٤ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝٥﴾ (القارعه: ٤،٥)

”جس دن لوگ بکھرے ہوئے کیڑوں کی مانند ہوں گے، اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی مانند ہو جائیں گے۔“

”اُس دن لوگ کیڑوں اور ٹڈیوں کی مانند پریشان اور مضطرب ہوں گے۔ ”فراش“ ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو رات کے وقت شمع اور چراغ کی روشنی کے گرد اُڑتے اور گرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن لوگ پریشان اور مضطرب ہوں گے، شدتِ ازدحام اور پریشانی کے سبب ایک دوسرے پر گریں گے، جیسے کہ وہ اپنی عقل کھو چکے ہوں، اور ان پر جنونی کیفیت طاری ہو۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر دُھنی ہوئی روئی کی مانند فضا میں بکھر جائیں گے۔“

[تیسیر الرحمن: ١٧٦٥]

زمین اپنے اندر موجود تمام تر معدنیات اور خزانے نکال کر باہر پھینک دے گی، یہ منظر کس قدر ہولناک ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝٢﴾ (زلزال: ٢)

”اور زمین اپنے تمام بوجھ باہر نکال دے گی۔“

اور انسانوں کی کیفیت اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۝٦﴾ (زلزال: ٦)

”اس دن لوگ (قبروں سے نکل کر) مختلف جماعتوں میں چل پڑیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔“

یعنی لوگ اس دن قبروں سے نکل کر مختلف جماعتوں میں میدانِ حساب کی طرف دوڑ پڑیں گے تاکہ وہ اپنے اعمال کا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کوئی مطمئن ہوگا اور کوئی

خائف۔ یعنی اپنے عقائد و اعمال کے اختلاف کے مطابق ان کی حالتیں مختلف ہوں گی۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ زمین کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اس کو کوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا، اور پھر پہاڑوں کی کیا بھیانک حالت ہو جائے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝﴾ (الفجر: ۲۱)

''جب زمین کوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے گی۔''

اسی طرح سیّدنا مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا تذکرہ اپنے الفاظ میں یوں فرماتے ہیں:

((تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتَّى تَكُونَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيلٍ قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ: فَوَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا يَعْنِي بِالْمِيلِ أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيلَ الَّذِي تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ قَالَ: فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدْرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَامًا قَالَ: وَأَشَارَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ.)) [1]

''قیامت کے روز سورج زمین کے قریب آ جائے گا، اور لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق پسینہ آ رہا ہو گا، کسی کا پسینہ ایڑی تک ہو گا، کسی کا پسینہ آدھی پنڈلی تک، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا پسینہ پیٹھ تک، کسی کا پسینہ کمر تک، کسی کا پسینہ اس کے کندھوں تک، کسی کا پسینہ اس کی گردن تک، کسی کا پسینہ منہ کے درمیان تک ہو گا، جیسے کسی کے منہ میں لگام ہو، آپ نے اپنے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔''

[1] صحيح مسلم، باب الجنة وصفة فيها واهلها، رقم: ٧٢٥٦.

قیامت کا ایک منظر نبی ﷺ کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں، سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((تَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُولُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ، بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ إِلَهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ.)) [1]

''قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی، جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھ رہی ہوگی، اور دو کان ہوں گے جن سے وہ سن رہی ہوگی، اور زبان ہوگی جس سے کلام کر رہی ہوگی، اور کہہ رہی ہوگی: مجھے تین قسم کے آدمیوں پر مسلط کیا گیا ہے: (۱) متکبر سرکش، (۲) اللہ کے ساتھ غیر کو پکارنے والا (۳) اور تصویریں بنانے والا۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ قیامت کا برپا ہونا یقینی ہے، اس کے برپا ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دن کی ہولناکیوں سے محفوظ فرمائے۔

(4) حشر کا میدان:

صور پھونکے جانے کے بعد لوگ میدانِ حشر کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، اس وقت لوگوں کی مختلف حالتیں ہوں گی۔ جن حالتوں میں لوگوں کو حشر کے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا، اور اس میدان سے راہ فرار کوئی بھی نہیں پا سکے گا، اور ان تمام حالات کے بارے میں پیارے پیغمبر ﷺ نے پہلے ہی اطلاع فرما دی ہے۔ قرآن پاک میں اس دن کے بارے میں اور اس میدان کے بارے میں اللہ نے کچھ یوں تذکرہ فرمایا ہے:

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١٠٩﴾ ﴾ (المائدہ: ۱۰۹)

''جس روز اللہ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ارشاد فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب

[1] سنن ترمذی، کتاب صفة جهنم عن رسول الله ﷺ، رقم: ۲۵۷۴۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۵۱۲.

ملا تھا، وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں بے شک تو پوشیدہ باتوں کو پورا جاننے والا ہے۔''

روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے پوچھے گا کہ تمہیں تمہاری دعوتِ حق کا قوموں نے کیا جواب دیا تھا؟ تو اس دن اللہ کے غضب و دہشت سے انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہوگی کہ ان کو اس بات کا علم بھی ہوگا لیکن دہشت و رعب کی بناء پر صرف اتنا ہی جواب دے پائیں گے کہ اے اللہ! تو ہی بہتر جانتا ہے۔ تو جب انبیاء و رُسل علیہم السلام کی اس دن یہ کیفیت ہوگی تو کسی اُمتی، درویش یا پیر کی اس دن کیا مجال ہوگی؟ انہی حالات کا تذکرہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ ٣٧﴾ (النبا: ۳۷)

''جو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے جو نہایت مہربان ہے، اور اس سے بات کرنے کی انہیں جرأت نہیں ہوگی۔''

نیز ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۭ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ٣٨﴾ (النباء: ۳۸)

''جس دن روح الامین اور دیگر فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے، لوگ بات نہیں کریں گے سوائے اس کے جسے ''رحمٰن'' اجازت دے گا، اور وہ سچی بات کہے گا۔''

اس دن اس شہنشاہ دو جہاں کے آگے بولنے کی کسی کو جرأت و ہمت نہ ہوگی تو اس دن جو عاصی و سرکش ہوگا وہ کیسے جرأت کر کے حیل و حجت قائم کر کے جنت حاصل کر سکے گا۔ اور اللہ کے نبی ﷺ اس دن کے بارے میں فرماتے ہیں:

((اِنَّكُمْ تَحْشَرُوْنَ رِجَالًا وَرُكْبَانًا وَتُجَرُّوْنَ عَلَى وُجُوهِكُمْ .)) ❶

''بے شک تم لوگ میدانِ حشر میں پیدل اور سوار لائے جاؤ گے، اور کچھ لوگ منہ کے بل گھسیٹ کر لائے جائیں گے۔''

میدانِ حشر کے ایک منظر پر نبی کائنات ﷺ کی حدیث ہے۔ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

((يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! النِّسَآءُ وَالرِّجَالُ جَمِيعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ قَالَ: يَا عَآئِشَةُ! اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ .)) ❷

''آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں اور ننگے بدن اکٹھے کیے جائیں گے۔ میں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: اے اللہ کے رسول! مرد اور عورت اکٹھے ہوں گے، تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اس دن معاملہ اس قدر سخت ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں (یعنی ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی)۔''

جس دن انبیاء علیہم السلام کو بولنے کی جرأت نہیں ہوگی تو اس دن جعلی پیر، درویش اور بزرگ وغیرہ کی کیا جرأت ہوگی جو کہ حق پر بھی نہیں تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی سفارش کریں یا کسی کے گناہ بخشوائیں۔ اس دن تو نفسانفسی کا عالم ہوگا، باپ بیٹے سے دور ہوگا، بیٹا باپ سے دُور ہوگا، رشتہ دار، رشتے دار سے دُور ہوگا، میاں بیوی سے دُور ہوگا، بیوی اپنے خاوند سے دُور ہوگی، لیکن ایسے عالم میں وہی شخص کامیاب ہوگا جو راہِ حق پر ہوگا۔

---

❶ سنن ترمذي، باب ما جاء فى شأن الحشر، رقم: ٢٤٢٤ ـ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحيح مسلم، باب فى فناء الدنيا وبيان الحشر، رقم: ٧١٩٨.

(5) حوضِ کوثر:

جب قیامت کے دن لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی کی تلاش میں ہوں گے، اور پیاس کی شدت کے باعث زبانیں لٹک رہی ہوں گی ،تو اس وقت ہر نبی اپنے اپنے حوض پر ہوگا، اورلوگ حوض پہ جا کر اپنی پیاس کو بجھائیں گے لیکن یہ حوض کن کو نصیب ہوگا، اور کون بدنصیب اس پیاس کے عالم میں اس سے محروم ہوں گے، اس کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ کے فرامین کتب احادیث میں موجود ہیں۔ سیّدنا سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

((اِنِّــی فَرَطُکُمْ عَلَی الحَوْضِ مَنْ مَرَّعَلَیَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَظْمَأْ أَبَدًا، لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَیَعرِفُوْنِی ثُمَّ یُحَال بَیْنِي وَبَیْنَهُمْ .)) ❶

''میں اپنے حوض پر تم سے پہلے موجود ہوں گا۔ جو شخص میری طرف سے گزرے گا وہ اس کا پانی پیے گا، اور جو شخص اس سے پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، البتہ میرے پاس کئی قومیں آئیں گی میں ان کو پہچان لوں گا، اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے لیکن پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ کر دی جائے گی۔''

اسی طرح ایک اور حدیث کے الفاظ ان لوگوں کے بارے میں کچھ اس طرح ہیں:

((وَأَنِّــی یَــا اَیُّهَا النَّاسُ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ ، فَإِذَا جِئْتَمْ قَالَ رَجُــلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَان ، وَقَالَ الآخَرُ: أَنَا فُلَانُ بْــنُ فُلَان ، فَــأَقُــوْلُ: فَأَمَّا النَّسَبَ فَقَدْ عَرَفْتُهُ ، وَلٰکِنَّکُمْ أَحْدَثْتُمْ بَعْدِیْ وَارْتَدَدتُّمْ الْقَهْقری)) ❷

''اے لوگو! یقیناً میں تمہاری نسبت حوض پر پیش قدمی کروں گا، پس جب تم آؤ گے تو ایک آدمی کہے گا: اے اللہ کے رسول! میں فلاں بن فلاں ہوں، اور دوسرا

❶ صحیح بخاری ، رقم: ٦٥٨٣ـ مجمع الزوائد، کتاب البعث، رقم: ١٨٤٦٢.

❷ اسناده صحیح ، مجمع الزوائد، کتاب البعث، رقم: ١٨٤٦٤.

کہے گا: میں فلاں بن فلاں ہوں۔ تو میں اس کو کہوں گا کہ میں نے تمہیں بلحاظ نسب پہچان لیا ہے، لیکن تم میرے بعد نئے کام (بدعات) کرتے رہے (اس لیے) ان قدموں پر واپس لوٹ جاؤ۔''

گویا کہ دین میں بدعات پیدا کرنے والے لوگ اس دن حوضِ کوثر سے دھتکار دیے جائیں گے، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اور جو شخص ایک مرتبہ اس سے پانی پی لے گا اس کو دوبارہ جنت میں داخل ہونے تک پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ یہ تو حال ہے ان لوگوں کا جو مسلمان ہوکر دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو کہ سرے سے ایمان ہی نہیں لاتے وہ تو قطعاً اس کے مستحق نہیں ہوں گے۔ اس دن سب انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے حوضوں پر ہوں گے، اور اپنی اُمت کے لوگوں کو حوض سے پانی پلائیں گے، جیسا کہ سیّدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انبیاء علیہم السلام آپس میں فخر کریں گے بلحاظ اپنی اُمتوں کی کثرت کے، اور میرے اُمتی اس دن سب سے زیادہ ہوں گے، اور ہر آدمی کے لیے اس دن حوض پر دو فرشتے کھڑے ہوں گے، وہ اس آدمی کو بلائیں گے جو اس اُمت میں سے ہوگا، اور ہر اُمت کے لیے ایک علامت ہوگی جس سے ان کا نبی ان کو پہچان لے گا۔'' [1]

ہر نبی کی اُمت کے لیے اس دن خاص پہچان ہوگی جس کی وجہ سے وہ اپنے اُمتیوں کو پہچان لیں گے، جیسا کہ اُمت محمدیہ کی علامت یہ ہے کہ ان کے وضو کے اعضاء چمک رہے ہوں گے، اور یہی لوگ اس دن حوض کوثر سے سیراب ہوں گے۔ اگر کوئی دوسرا قریب آنا بھی چاہے گا تو فرشتے اس حوضِ پر نگہبان ہوں گے، انہیں وہاں سے پانی نہیں پینے دیں گے، دنیا کی پیاس برداشت نہیں ہوتی تو اس دن کی پیاس تو اس پیاس سے بہت زیادہ سخت ہوگی، اور پھر اس کے باوجود کہ حوضِ کوثر دیکھتے ہوں گے لیکن انہیں اس کا پانی نصیب نہیں ہوگا۔ کتنی

[1] مجمع الزوائد: ۱۰/ ۳۶۳۔ سلسلة الصحيحة: ۴/ ۱۱۸، رقم: ۱۵۸۹.

بدقسمتی کی بات ہوگی کہ اس دن آدمی اس سے محروم کر دیا جائے، اور ہمارے پیغمبر ﷺ کو اس بات پر فخر ہوگا کہ میرے اُمتی باقی انبیاء علیہم السلام کے اُمتیوں کی نسبت زیادہ ہیں، اور یہ وہی حوضِ کوثر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝﴾ (الکوثر: ۱ تا ۳)

''یقیناً ہم نے تجھے حوضِ کوثر عطا کیا ہے، پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر، یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔''

(6) حساب، کتاب:

جب تمام لوگ حشر کے میدان میں اکٹھے کر دیے جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہر انسان سے اس کے کیے ہوئے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا اور پھر اسکے مطابق اسکو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝﴾

(الانبیاء: ۴۷)

''قیامت کے دن ہم درمیان میں لا کھڑا کریں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم ہوگا، ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔''

''ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو'' سے مراد ہے کہ اس دن کسی آدمی سے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی، جیسا کہ دنیا کا دستور ہے۔ اپنوں کے سارے قصور معاف اور اپنے کیے ہوئے گناہ بھی دوسرے کے تصور کروائے جاتے ہیں۔ لیکن اس دن اللہ کی عدالت میں اس قسم کی کوئی نا انصافی نہیں ہوگی، وہاں کسی چھوٹے بڑے کا نسب کے لحاظ

سے، یا کسی اور لحاظ سے خیال نہیں کیا جائے گا، بلکہ وہاں وہی کچھ کام آئے گا جو کہ دنیا میں کیا ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی حالت کچھ اس طرح بیان فرمائی ہے:

﴿وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۴ؕ﴾

(بنی اسرائیل: ۱۳،۱۴)

''ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اسکے گلے میں لگا دیا ہے، اور بروزِ قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پائے گا، خود ہی اپنی کتاب پڑھ لے، آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ انسان سے کہیں گے کہ یہ تیرے دفتر ہیں، ان کو کھول اور پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لے کہ تو کس چیز کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۶۵﴾ (یٰس: ۶۵)

''ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے، اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔''

اس دن انسان کا سارا وجود خود ہی اللہ کے حکم سے بولنے لگ جائے گا، انسان نے منہ کے ساتھ جو الفاظ ادا کیے، ہاتھوں سے جو برے یا نیک اعمال کیے، پاؤں کے ساتھ چل کر جو نیک یا بُرے کام کیے، یہ اعضاء خود ہی انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا کچھ اس طرح تذکرہ فرمایا ہے:

﴿وَ يَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝۱۹ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ (حٰمٓ السجده: ١٩، ٢٠)

''اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے، اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے، ان پر ان کے کان آنکھیں، اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہیں دیں گی۔''

اسی ضمن میں سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَضَحِكَ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ اَضْحَكُ؟ قَالَ: قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَقُولُ يَا رَبِّ! اَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ قَالَ: يَقُولُ: بَلٰى، قَالَ: فَيَقُولُ: فَاِنِّي لَا اُجِيزُ عَلَى نَفْسِي اِلَّا شَاهِدًا مِّنِّي، قَالَ: فَيَقُولُ: كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيدًا، وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ شُهُودًا. قَالَ: فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ، فَيُقَالُ لِاَرْكَانِهٖ: انْطِقِي، قَالَ: فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ، قَالَ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، قَالَ: فَيَقُولُ: بُعْدًا لَكُنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ.)) ❶

''سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ہنسے اور (ہم سے پوچھا) کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے روز) بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے، انسان کہے گا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، (یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق، رقم: ٢٩٦٤.

ہاں ! کیوں نہیں؟ انسان کہے گا: میں اپنے خلاف سوائے اپنی ذات کی گواہی کے کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ''اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے، اور کراماً کاتبین کی گواہی (اس پر زائد ہوگی) چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کے اعضاء کو حکم دیا جائے گا کہ بولو، چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے، اس کے بعد انسان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی، اور وہ اپنے اعضاء سے مخاطب ہو کر کہے گا: دُوری اور ہلاکت ہو تمہارے لیے، میں تو تمہاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا (کہ تم جہنم سے بچ جاؤ۔)''

جس آدمی نے کسی پر کوئی زیادتی کی ہوگی، اس دن اس کا بدلہ لے کر دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۲۱ وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۲۲﴾ (الجاثیہ: ۲۱، ۲۲)

''کیا ان لوگوں کا جو بُرے کام کرتے ہیں، یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے، اور نیک کام کیے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے، بُرا حکم ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ آسمان اور زمین کو اللہ نے بہت ہی عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے، اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کام کا پورا بدلہ دیا جائے، اور ان پر ظلم نہ کیا جائے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے باطل خیالات کا جواب دیا جو یہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا۔ انسان اچھے اعمال کرے یا بُرے سب یکساں ہیں، تو

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ان کا خیال باطل ہے بلکہ ہم تو پورا پورا بدلہ دیں گے ، جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ ضَرَبَ سَوْطًا ظُلْمًا اُقْتَصَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ .)) ❶

”جس شخص نے ایک کوڑا بھی اگر کسی کو جبراً مارا ہوگا تو قیامت والے دن اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔“

((عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا قَعَدَ بَيْنَ يَدَي النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي مَمْلُوكِينَ يُكَذِّبُونَنِي وَيَخُونُونَنِي وَيَعْصُونَنِي ، وَأَشْتُمُهُمْ وَأَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ أَنَا مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُحْسَبُ مَا خَانُوكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوكَ وَعِقَابُكَ إِيَّاهُمْ ، فَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوبِهِمْ كَانَ كَفَافًا ، لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ دُونَ ذُنُوبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ ، وَإِنْ كَانَ عِقَابُكَ إِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوبِهِمْ اقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ ، قَالَ: فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَعَلَ يَبْكِي وَيَهْتِفُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمَا تَقْرَأُ كِتَابَ اللّٰهِ: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ﴾ (الانبياء:٤٧) الْآيَةَ فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَهُمْ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ ، أُشْهِدُكَ أَنَّهُمْ أَحْرَارٌ كُلُّهُمْ .)) ❷

”سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے کچھ

---

❶ صحيح الترغيب والترهيب، رقم: ٢٢٩١.

❷ سنن ترمذي، كتاب التفسير، رقم: ٣١٦٥۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

غلام ہیں جو میرے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں، اور میری نافرمانی کرتے ہیں، میں انہیں بُرا بھلا بھی کہتا ہوں، اور مارتا بھی ہوں۔ قیامت کے روز میرا ان کے ساتھ کیسے حساب ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیرے غلاموں کی خیانت، نافرمانی اور جھوٹ کا حساب کیا جائے گا، اگر تمہاری سزا ان کے گناہوں سے کم ہوئی تو تمہارے لیے اجر وثواب ہوگا، اگر تمہاری سزا ان کے گناہوں سے زیادہ ہوئی تو پھر زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا، وہ آدمی رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہی رونے اور چلانے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ کیا تم نے قرآن مجید کی آیت نہیں پڑھی ''قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور کسی آدمی پر ظلم نہیں کیا جائے گا ، اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کی نیکی یا بُرائی ہوگی تو اسے بھی لے آئیں گے۔'' اور (ساری مخلوق سے) حساب لینے کے لیے ہم کافی ہیں (الانبیاء: ۴۷) یہ سن کر اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ! میں اپنے حق میں اس بات سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا کہ انہیں آزاد کردوں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب کے سب آزاد ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

((مَـنْ مَـاتَ وَعَـلَيْهِ دِينَارٌ أَوْ دِرْهَمٌ قُضِيَ مِنْ حَسَنَاتِهِ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ .)) [1]

'' جو شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس پر دینار یا درھم (کا قرض) ہے تو پھر اس کا بدلہ اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا (کیونکہ اس وقت) وہاں نہ درہم ہوں گے نہ دینار۔''

[1] سنن ابن ماجة، باب التشديد من الدين، رقم: ٢٤١٤۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''سیّدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں (یا فرمایا لوگوں) کو اکٹھا کرے گا ننگے بدن، ننگے پاؤں، اور بہم کی حالت میں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بہم کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: خالی ہاتھ۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا جسے دُور والا بھی اُسی طرح سنے گا، جس طرح قریب والا سنے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں بدلہ دلانے والا ہوں اور میں بادشاہ ہوں۔ سنو! اگر کسی جہنمی کے ذمہ کسی جنتی کا حق ہے تو وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جائے گا جب تک میں جنتی کو اس کا بدلہ نہ دلوا دوں، اور اگر کسی جنتی کے ذمہ کسی جہنمی کا حق ہے تو وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک میں جہنمی کو اس کا حق نہ دلوا دوں، حتی کہ اگر کسی کو (ناجائز) تھپڑ مارا ہے تو میں اس کا بدلہ بھی دلواؤں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کیسے ہوگا، جب ہم لوگ ننگے بدن، ننگے پاؤں اور خالی ہاتھ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ نیکیوں اور برائیوں کے ساتھ ہوگا۔'' [1]

اور اس حدیث کی مزید وضاحت سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ہوتی ہے:

((يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُونَ عَلَى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا هُذِّبُوا وَنُقُّوا أُذِنَ لَهُمْ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ.)) [2]

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ٣/٤٩٥، رقم: ١٦٠٤٢. شیخ شعیب نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ٦٥٣٥.

''پل صراط پار کرنے کے بعد مومنوں کو جنت اور جہنم کے درمیان قنطرہ پر روک لیا جائے گا، دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے پر جو ظلم اور زیادتی کی ہوگی اس کا بدلہ دلایا جائے گا، حتی کہ جب وہ مکمل طور پر پاک صاف ہو جائیں گے تب انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔''

ایک آدمی ایسا بھی ہوگا جو کہ دنیا میں بہت نیکیاں کر کے آئے گا، اور سمجھے گا کہ میں اپنے اعمال کی وجہ سے بچ جاؤں گا، وہ آدمی نیک اعمال تو کرتا تھا لیکن دوسروں کا خیال نہیں کرتا تھا، کسی پر زیادتی کی اور کسی پر ظلم تو ایسے آدمی کے بارے میں سیّدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِی یَاْتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِیَامٍ وَزَكٰوةٍ وَیَاْتِی قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَا عَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ .)) [1]

''جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے مفلس تو وہی ہے جس کے پاس درہم نہ ہوں اور سامانِ زیست نہ ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوٰۃ (جیسے نیک اعمال) لے کر آئے گا، لیکن اس کے ساتھ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، چنانچہ حق داروں کے درمیان اس کی نیکیاں تقسیم کر دی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں

[1] صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، رقم: ٦٥٧٩.

واجبات ادا ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو حق داروں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے، اور اس طرح وہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

اس کے بعد کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ فَيَقُولُ هَآؤُمُ ٱقْرَءُوا۟ كِتَٰبِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّى ظَنَنتُ أَنِّى مُلَٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِى عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِى جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾﴾ (الحاقه: ۱۹ تا ۲۳)

"سو جو شخص کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو، مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے پس وہ ایک خاطر خواہ زندگی میں ہوگا، بلند و بالا جنت میں جس کے میوے جھکے ہوں گے۔"

تو یہ وہی لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال عطا فرمائے گا۔ اور یہ دنیا کی زیب و زینت اس کی دلفریبیوں اور رنگینیوں سے اپنے آپ کو بچاتے رہے، دنیا کے اندر گناہ کرنے کی استطاعت تھی لیکن اللہ کے ڈر سے گناہ نہیں کیا۔ کسی کا مال ہڑپ کرنے کی ہمت تھی لیکن اللہ سے ڈر کر نہیں کیا۔ کسی پر غصہ آیا، بدلہ لے سکتے تھے لیکن اللہ کی رضا کے لیے نہیں لیا۔ غرضیکہ شریعتِ محمدی نے جس گناہ سے باز کیا، جس کام سے روکا، اس سے رُک گئے، اور اللہ کی فرمانبرداری میں کوشاں رہے، تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا فرمائے گا۔ اگر ہم نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں چاہتے ہیں تو پھر اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو جائیں۔

اس کے برعکس وہ بھی لوگ ہوں گے جن کو ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، ان کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کچھ اس طرح بیان کی ہے:

﴿وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ ۚ۝۲۵
وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۚ۝۲۶ یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۚ۝۲۷ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّیْ
مَالِیَهْ ۚ۝۲۸ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۚ۝۲۹ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ۝۳۰ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۙ۝۳۱
ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ؕ۝۳۲﴾

(الحآقه: ۲۵ تا ۳۲)

”اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: اے کاش! مجھے میرا نامہ اعمال نہ دیا گیا ہوتا اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے، اے کاش! میری موت نے ہمیشہ کے لیے میرا قصہ تمام کر دیا ہوتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، پھر حکومت وسلطنت بھی مجھ سے جاتی رہی (حکم ہوگا) اس کو پکڑ لو، پھر اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔“

یہ منظر قابلِ عبرت ہے، جبکہ کافرو نافرمان کو اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ حزن وملال کی وجہ سے کہے گا: اے کاش! میرا نامہ اعمال میرے سامنے نہ آتا، مجھے نہ دیا جاتا، اور مجھے میرا حساب معلوم نہ ہوتا، پھر کہے گا: ہائے کاش! جب میں دنیا میں مر گیا تھا تو اس کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا، اسی موت میں میرا قصہ تمام ہو جاتا۔

پھر وہ اس مال پر افسوس کرے گا جس کو حاصل کرنے کے لیے اس نے جائز و ناجائز میں فرق نہ کیا، جس کو حاصل کرنے کے لیے حلال وحرام کا افتراق نہ کیا، جس کو حاصل کرنے کے لیے فلموں، ڈراموں میں کام کر کے اللہ کے قوانین کو پھلانگ کر خود بھی برائی میں ملوث ہوتا رہا، اور لوگوں کو بھی ملوث کرتا رہا، اپنی شہرت اور دولت کی خاطر اچھے بُرے سارے کام کرنے پر تیار رہتا تھا۔

وہ سفارشی، جو دنیا میں اس کو گمراہ کرتے تھے سب اُس دن لاجواب اور ناکام ہوں گے،

اور یہ دولت اکٹھی کرنے والا کہے گا: ہائے! آج میرا مال بھی میرے کام نہ آیا، ہائے! آج میری حکومت وسلطنت بھی میرے کام نہ آئی۔

اللہ تعالیٰ جہنم کے فرشتوں کو اس وقت کہے گا: اسے پکڑ لو اور اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دو، پھر اسے جہنم کے انگاروں پر جلاؤ، اور اُلٹو پلٹو، پھر اسے جہنم کی گرم زنجیروں میں سے ایک زنجیر میں اس طرح جکڑ دو کہ ہل نہ سکے۔ أعاذ نا اللّٰہ من عذابِ جَهَنَّمَ آمین

پھر اس کو جہنم کے کھانے، اور جہنمیوں کے خون و پیپ کے سوا کچھ نہیں دیا جائے گا، پانی مانگے گا تو اس کو وہی گندی پیپ اور خون جو کہ اس کے بدن سے نکلا ہوگا، دیا جائے گا۔ وہ اس قدر گرم ہوگا کہ فرشتے اس کے منہ کے قریب لے کر جائیں گے تو یہ منہ بند کر لے گا، تو پھر ایک فرشتہ اوپر والے ہونٹ کو پکڑ کر پیشانی تک لے جائے گا، اور دوسرا فرشتہ نیچے والے ہونٹ کو پکڑ کر ایڑی تک لے جائے گا، اور اس گندی پیپ کو اسکے منہ میں ڈال دیں گے، وہ اس قدر گرم ہوگی کہ اس کے اندر موجود سب کچھ اس کی دبر کے ذریعے سے باہر نکل جائے گا۔

(7) پل صراط:

پل صراط پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، یعنی مومن و کافر، نیک و بد سبھی اس پل پر گزریں گے جو جہنم پر رکھا جائے گا، نیک لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق تیز یا آہستہ گزر جائیں گے، اور جو جہنم کے عذاب کے حقدار ہوں گے، اس میں بحکم الٰہی گر جائیں گے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا ۝﴾

”اور تم میں سے ہر شخص اس پر سے ضرور گذرے گا، یہ آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے۔“

اور سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾﴾

(الانبیاء: ۱۰۱)

''بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری جناب سے بھلائی (جنت) کا فیصلہ ہو جائے گا، انہیں اس جہنم سے دور رکھا جائے گا۔''

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر جہنم پر پل رکھا جائے گا۔ اور شفاعت حلال ہوگی۔ لوگ دعا کریں گے۔ ((اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ .)) ''اے اللہ! سلامت رکھ، سلامت رکھ۔'' پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! پل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: گرانے والی پھسلوان، اس میں ہک نما لوہے کے کڑے، اچکنے والے اور چمٹنے والے سخت کانٹے ہیں۔ نجد میں ایک کانٹے دار درخت سعدان جیسے یہ کانٹے ہوں گے۔ اہل ایمان اس پر سے پلک جھپکتے، بجلی اور ہوا کی طرح گزریں گے، بعض لوگ پرندوں، تیز گھوڑوں پر سواروں کی طرح گزریں گے۔ بعض صحیح سالم بچ کر نکل جائیں گے، بعض زخمی ہو کر گزریں گے، اور بعض اوندھے منہ جہنم کی آگ میں گر جائیں گے۔'' [1]

(8) شفاعتِ کبریٰ:

شفاعتِ کبریٰ ہماری پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے جس کے ذریعے میدانِ حشر میں کھڑے لوگوں کی خلاصی ہوگی، اور یہی وہ ''مقام محمود'' ہے جس کی تعریف سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت آنے والے سب کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

﴿ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ ﴾ (الفجر : ۲۲)

''اور آپ کا رب آئے گا، اور فرشتے صف باندھے ہوں گے۔''

اس آیت کریمہ کہ تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''یعنی اپنی مخلوق کے درمیان مقدموں کے فیصلے کے لیے (رب آئے گا) اور یہ اس کے بعد ہوگا جب لوگ سیّدنا آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شفاعت کے لیے آئیں گے۔ اس سے پہلے ایک ایک کر کے وہ اولوالعزم رسولوں سے درخواست کر چکے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٤٥٤.

ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا ہوگا کہ میں اس سفارش کا اہل نہیں ہوں، حتی کہ لوگ (سیدنا) محمد ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ دو دفعہ فرمائیں گے، میں یہ سفارش کرتا ہوں، پھر آپ ﷺ جا کر اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے کہ مقدموں کا فیصلہ کیا جائے، تو اللہ آپ کی سفارش قبول فرمائے گا۔ یہ سب سے پہلی شفاعت ہے، اور یہی ''مقامِ محمود'' ہے جس کا بیان سورۃ ''بنی اسرائیل'' میں ہے۔ پس رب آئے گا تا کہ جیسے چاہے اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرے، اور فرشتے اس کے سامنے صف در صف آئیں گے۔

اللہ کے اذن سے شفاعتیں:

یہ شفاعت انبیاء علیہم السلام، اہل ایمان، اور فرشتوں کو بھی حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَهٗ ؕ﴾ (سباء: ۲۳)

''درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔''

سیدنا أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ہر نبی نے اپنی دعا کر لی ہے، اور میں نے اپنی دعا بچا کر رکھی ہے تا کہ روزِ قیامت میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں۔ یہ انشاء اللہ میری اُمت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جس نے مرتے وقت تک شرک نہ کیا ہوگا۔'' ❶

سیدنا أبو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فرشتوں نے شفاعت کی، انبیاء علیہم السلام نے شفاعت کی، اور مومنوں نے بھی شفاعت کی، اب صرف ارحم الراحمین ہی باقی ہے۔'' ❷

---

❶ صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب لكل نبي دعوة مستجابة، رقم: ٦٣٠٤.

❷ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ٤٥٤.

(۹) جنت اور جہنم

جنتی آدمی کے بارے میں، اور دوزخی آدمی کے بارے میں، سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

((حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ .)) ❶

''جنت کا تکالیف نے احاطہ کر رکھا ہے، اور دوزخ کا نفسانی خواہشوں نے احاطہ کیا ہوا ہے۔''

یعنی جو آدمی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں تکالیف برداشت کرتا ہے یعنی نفس کی پیروی نہیں کرتا، اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت نہیں کرتا، لوگ کہتے ہیں کہ اسے دنیا کا پتا ہی نہیں، یہ تو صوفی ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہوتا ہے، اللہ سے ڈر کر گناہ نہیں کرتا، یہ جنتی کی صفت ہے کہ اسے دنیا میں بہت سی تکالیف آتی ہیں۔ اور جہنمی اپنے نفس کا پیروکار ہوتا ہے، اپنے نفس کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتا، خواہ دین کی مخالفت ہو یا موافقت۔

جنت کی نعمتوں کا تذکرہ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((قَالَ: اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُونَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُونَ اِلَى اَهْلِيهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُ لَهُمْ اَهْلُوهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُونَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا .)) ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نصیبهما واهلها، رقم: ۷۱۳۵.

❷ صحیح مسلم، کتاب ایضاً، رقم: ۷۱٤٦.

''جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو آیا کریں گے، پھر شمال کی ہوا چلے گی جس سے ان کے چہرے اور کپڑے بھر جائیں گے، اور ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا، پھر وہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو وہ کہیں گے، اللہ کی قسم! ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تمہارا حسن اور جمال بہت زیادہ ہو گیا، وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! اور تمہارا حسن و جمال بھی بہت زیادہ ہو گیا۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ جنتیوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

((عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ اِمَّا تَفَاخَرُوا وَاِمَّا تَذَاكَرُوا، الرِّجَالُ فِي الْجَنَّةِ اَكْثَرُ اَمِ النِّسَاءُ، فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: اَوَ لَمْ يَقُلْ اَبُو الْقَاسِمِ ﷺ: اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى اَضْوَءِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ عَزَبٌ .)) [1]

''محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، یا ذکر کیا کہ آیا جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ابو القاسم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں پہلا گروہ داخل ہو گا، اس کی صورت چودھویں کے چاند کی طرح ہو گی، اور جو گروہ اس کے بعد جائے گا، اس کی صورت آسمان میں جگمگاتے ستارے کی طرح ہو گی، ہر جنتی شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز ان کے گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا، اور جنت میں کوئی شخص مجرد (بغیر بیوی کے) نہیں ہو گا۔''

یہ جنتی عورتوں کے حسن کا بیان ہے کہ ان کا اس قدر حسن و جمال ہو گا کہ پنڈلیوں کا مغز

---

[1] صحيح مسلم، كتاب ايضاً، رقم: ٧١٤٧.

بھی نظر آتا ہوگا۔انسانی جسم میں اس کی پنڈلی کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو نفرت پیدا ہوتی ہے لیکن یہ جنتی عورت ہے، اس کی پنڈلی کا مغز اس کے حسن و جمال کا باعث ہوگا نہ کہ نفرت کا۔ اور پھر جنتیوں کے کھانے پینے اور قد کاٹھ کا تذکرہ سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفُلُونَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ وَاَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ، اَخْلَاقُهُمْ عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلَى صُورَةِ اَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ .)) ❶

”جنتی لوگ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت کریں گے، ناک صاف کریں گے نہ تھوکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہوگا، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کی بیویوں کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی، ان کی صورتیں اپنے باپ سیّدنا آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے، اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہوگا۔“

دنیا کی نسبت جنتی لوگوں کا رہن سہن، کھانا پینا وغیرہ بالکل برعکس ہوگا، وہاں نہ قضائے حاجت پیش آئے گی، نہ پسینے سے بو آئے گی، اللہ تعالیٰ نے کتنی اچھی اچھی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ اور پھر جنتی کی جوانی کے بارے میں سیّدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُنْعَمُ لَا يَبْأَسُ لَا تَبْلَىٰ ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنَىٰ شَبَابُهُ .)) ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب ایضاً، رقم: ۷۱۴۹.

❷ صحیح مسلم، ایضاً، رقم: ۷۱۵۶.

''جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو نعمتیں دی جائیں گی، پھر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔''

جنتی کو دی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ ہے کہ وہاں نہ بخار ہوگا، نہ سر درد، نہ پیٹ درد، نہ زکام اور نہ نزلہ، الغرضیکہ کوئی بھی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور جو کپڑے پہنے گا وہ کبھی بھی پرانے نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی اس کی جوانی ختم ہوگی، سدا جوان رہے گا۔ اگر ہم ان غیر متناہی اور لازوال نعمتوں کے حصول کے خواہاں ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ فرمانِ الٰہی و فرامین رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہو جائیں، تو یہ تبھی ممکن ہے جب ہم نفسانی خواہشات کو ختم کر دیں، اور اپنے نفس کو متبعِ رسول بنا لیں۔

اس کے برعکس جہنم اور جہنمی لوگوں کا تذکرہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((یُؤْتٰی بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ یَجُرُّونَهَا .)) ❶

''اس روز (قیامت کے دن) جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔''

اس قدر جہنم بھڑک رہی ہوگی، اور اللہ سے سوال کرے گی: اے اللہ! مجھے بھر دے۔ اور دنیا کی آگ کی نسبت اس کی آگ کی تپش کو رسول اللہ ﷺ بیان فرماتے ہیں۔

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِی یُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِینَ جُزْءًا مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوا: وَاللّٰهِ! اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً یَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: فَاِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَیْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّینَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا .)) ❷

---

❶ صحیح مسلم، رقم: ٧١٦٤.
❷ صحیح مسلم، رقم: ٧١٦٥.

”سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم روشن کرتے ہیں، جہنم کی گرمی سے ستر درجے کم ہے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ آگ بھی تو کافی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس سے انہتر درجہ زیادہ ہے، ہر درجہ میں یہاں کی آگ کے برابر گرمی ہے۔“

اور اس کی گہرائی کس قدر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ ، تَدْرُونَ مَا هٰذَا؟ قَالَ: قُلْنَا: اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اَعْلَمُ ، قَالَ هٰذَا حَجَرٌ رُمِیَ بِهٖ فِی النَّارِ مُنْذُ سَبْعِينَ خَرِيفًا فَهُوَ يَهْوِی فِی النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی قَعْرِهَا .)) [1]

”سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے گرگراہٹ کی آواز سنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے یہ کیسی آواز تھی؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ ایک پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔“

آپ اندازہ لگائیں کہ جہنم کی گہرائی کتنی زیادہ ہے، اور پھر جہنم اللہ سے کہے گی: اللہ مجھ میں اور گنجائش ہے، مجھ میں اور مخلوق ڈال۔ جہنمی اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے; کبھی بھی ان کو موت نہیں آئے گی، اسی طرح جلتے اور سزا کاٹتے رہیں گے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((عَنْ اَبِی سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُجَآءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهٗ كَبْشٌ اَمْلَحُ زَادَ اَبُوكُرَيْبٍ ، فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاتَّفَقَا فِی بَاقِی الْحَدِيثِ فَيُقَالُ: يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ

[1] صحيح مسلم، رقم: ٧١٦٧.

تَـعْرِفُونَ هٰذَا فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ قَـالَ: وَيُـقَـالُ: يَـا اَهْلَ النَّارِ! هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ قَالَ: فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَـنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُذْبَحُ قَالَ: ثُـمَّ يُـقَـالُ: يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَـلَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَـلَا مَوْتَ، قَالَ: ثُمَّ قَرَاَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُـضِـىَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الدُّنْيَا .)) ❶

''سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، (ابو کریب نے اضافہ کیا) اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا (اس کے بعد راویوں کا اتفاق ہے) پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے۔ اور کہا جائے گا: اے اہل دوزخ! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے، پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت! اب دوام ہے اور موت نہیں ہے، اور اے اہل دوزخ! اب ہمیشگی ہے اور موت نہیں ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی'' اور ان کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا، درآں حالیکہ وہ غافل ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے، اور آپ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا۔''

اس وقت جب موت کو جنتیوں اور جہنمیوں کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا، تو کیا کیفیت

❶ صحيح مسلم، رقم: ٧١٨١.

ہوگی، اہل جہنم اس وقت خواہش کریں گے کہ کاش! ہم اللہ کی نافرمانیاں نہ کرتے، کاش ہم اللہ کے پیغمبر کی معصیت میں مبتلا نہ ہوتے، کاش! ہم قرآن پر عمل پیرا ہوتے، اس کے ساتھ مذاق نہ کرتے لیکن اس وقت پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں، وہ تو جزاء کا وقت ہوگا۔اسی طرح نبی مکرم ﷺ دوزخیوں کے دوگروہوں کا ذکر فرماتے ہیں:

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِیَاطٌ کَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ کَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیحَهَا وَاِنَّ رِیحَهَا لَیُوجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ کَذَا وَکَذَا .)) [1]

”سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کے دوگروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ گروہ ہے جس کے پاس گایوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، وہ ان کوڑوں سے لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، وہ دوسروں کو مائل کریں گی اور خود مائل ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔“

جو عورتیں لباس تو پہنتی ہیں لیکن اتنا باریک کہ اس میں ان کا سارا بدن نظر آتا ہے، اور اعضائے مستورہ نمایاں ہوتے ہیں۔تو ایسی تمام عورتیں جو اس حدیث کا مصداق ہیں وہ جہنم میں داخل ہوں گی، اللہ تعالیٰ ہماری معزز ماؤں اور بہنوں کو عمل کی اور اس حدیث سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم: ۷۱۹٤.

(10) دیدارِ الٰہی:

روزِ قیامت اہل ایمان کے چہرے شاداب، پُر رونق اور پر نور ہوں گے، اور جنت اور اس کی بے بہا نعمتوں کو پا کر شاداں وفرحاں ہوں گے، اور انہیں سب سے بڑی نعمت یہ ملے گی کہ ان کا رب ان کے سامنے جلوہ افروز ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ○﴾ (القيامة : ٢٢، ٢٣)

''کچھ چہرے اس دن شاداب ہوں گے۔ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔''

رب العالمین کو دیکھ کر انہیں ایسی خوشی ملے گی جس کی تعبیر الفاظ میں ناممکن ہے، اور جس کے بعد وہ جنت کی ساری نعمتوں کو بھول جائیں گے، چنانچہ حدیث میں ہے:

''جب جنتی جنت میں داخل ہوں جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کوئی چیز تمہیں اس سے زیادہ چاہیے؟ تو وہ کہیں گے: (اے اللہ!) کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کر دیئے؟ کیا تو نے ہمیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ اللہ تعالیٰ اپنا حجاب ہٹائے گا۔ پس انہیں جتنی نعمتیں دی گئیں ان میں سب سے بہتر نعمت اپنے رب کا دیدار ہوگا، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ. ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے اچھا اور زیادہ اجر ہے۔'' [1]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''حادی الأرواح'' (ص: ١٧٩، ١٨٦) میں کتاب و سنت سے بکثرت دلائل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور سلف صالحین رحمہم اللہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ: ''جنتی جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اہل جنت میں شامل کر دے۔ آمین!!

((وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرًا.))

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ٢٩٧.

دُنیا اور آخرت کی حقیقت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

مَا الدُّنیَا فِی الْآخِرَۃِ اِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اُصْبُعَہٗ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ؟

(مسلم)

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی تم میں سے اپنی انگلی کو دریا میں ڈبوئے پھر دیکھے کتنی تری دریا میں سے لاتا ہے؟

انصار السنّہ پبلیکیشنز۔ لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور

فون: 042-7357587

WWW.IRCPK.COM